مسلسل اشاعت کے ترپن سال

ماہنامہ الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

629/ ربیع الثانی، جمادی اول ۱۴۳۹ھ جنوری ۲۰۱۸ء

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

سرپرست اعلیٰ
مولانا سمیع الحق

مدیر اعلیٰ
مولانا راشد الحق سمیع

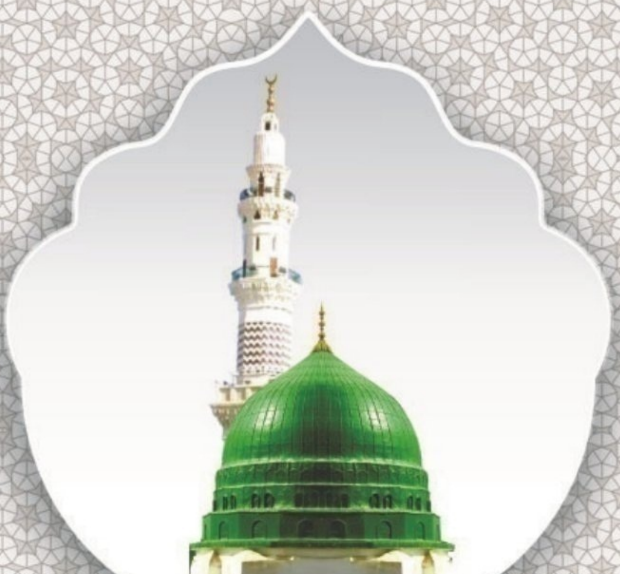

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر................ 53
شمارہ نمبر 4
ربیع الثانی،جمادی الاول ۱۴۳۹ھ
جنوری 2018

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ	حافظ راشدالحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: تحفظ بیت المقدس آل پارٹیز کانفرنس میں خطاب......از: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ ۲
- حضرت مولانا سلیمان حسنی ندوی کی دارالعلوم آمد اور خطاب ....ضبط وترتیب: اسامہ سمیع ۷
- عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات ....مولانا عرفان الحق حقانی ۲۴
- ٹرمپ کی خطرناک قومی سلامتی اسٹریٹیجی ....جنرل مرزا اسلم بیگ ۳۴
- دعا: تمام عبادات کا جوہر اور مغز..............شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوارالحق صاحب ۳۷
- قادیانی فتنے کے نئے زاویے...مولانا شاہ عالم گورکھپوری ۴۲
- علم جینیات کا مصور اول: گریگر مینڈل Gregor Mendel یا حضورؐ ......قاری محمد سفیان ۴۸
- دہشت گرد کون؟ ....پروفیسر جمیل چودھری ۵۸
- خاندان حقانی کو صدمہ: حافظ انجینئر ہدایت الرحمٰن کی رحلت ....مولانا ابوالمعزؒ حقانی ۶۰
- دارالعلوم کے شب وروز...مولانا حامدالحق حقانی ۶۳
- تعارف وتبصرہ کتب ....ادارہ ۶۴

نوٹ: ادارہ کا کالم نگار حضرات کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: 630435- 923 92+
فیکس نمبر: 630922- 923 92+
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک $35 امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور۔
کمپوزنگ: بابر حنیف

تحفظ بیت المقدس آل پارٹیز کانفرنس میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا خطاب

بروز جمعرات، مورخہ 14 دسمبر بمقام اسلام آباد ہوٹل (میلوڈی) بموقع ''المقدس آل پارٹیز کانفرنس بسلسلۂ ''بیت المقدس'' منعقد ہوئی جسمیں حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے خطاب فرمایا جو نذر قارئین ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (بنی اسرائیل:۱)

تمام معزز علمائے کرام ومشائخ عظام کا اس میٹنگ میں تشریف آوری کا شکر گزار ہوں۔اس اجتماع کی غرض وغایت آپ حضرات کو معلوم ہے اور الحمد للہ ''دفاعِ پاکستان کونسل'' ان بنیادی مسائل کیلئے تشکیل پائی ہے اور دس سال سے قوم وملت کی خدمت میں دن رات کوشاں ہے۔اور اس عرصہ دراز میں قوم وملت اور امت مسلمہ کو جو بھی چیلنج درپیش ہوا ہے خواہ اندرونی دشمنوں کی طرف سے ہو یا بیرونی دشمنوں کی طرف سے، خصوصاً یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کا فرقوتوں کی طرف سے، اس کونسل نے صدائے احتجاج کی صورت میں ان کے خلاف بھرپور سیاسی واخلاقی اقدامات اٹھائے ہیں۔گزشتہ دس سال سے ہم نے کشمیر کے مسئلہ پر بھی بھارتی جارحیت اور فلسطین کے ناجائز قبضے وجارحیت اور بالخصوص افغانستان میں امریکہ و نیٹو کی ظلم و بربریت واستعماریت کے مسئلہ پر مؤثر طور پر کونسل کے پلیٹ فارم سے ان ظالم قوتوں کی مخالفت کی ہے اور مظلوم مسلم اقوام کا بھرپور سیاسی اور اخلاقی طور پر ساتھ دیا ہے۔

ملک میں یہ واحد پلیٹ فارم ہے کہ صیہونی اور صلیبی دہشت گردوں کے مقابلے میں آپ سب ہمارے ساتھ مل کر اپنے ایمانی قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔لانگ مارچ کرتے ہیں، سیمنار یں منعقد ہوتی ہیں، ہم بلوچستان میں چمن بارڈر تک گئے، لاہور سے چل کر واہگہ بارڈر تک گئے، صوبہ کے پی کے میں خیبر پاس تک احتجاجاً گئے۔اس کا بنیادی مقصد مسئلہ کشمیر، فلسطین اور افغانستان اور بالخصوص پاکستان کا اسلامی تشخص اور نظریاتی دفاع کرنا ہے۔کشمیر کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے۔افغانستان کا مسئلہ بھی اپنی جگہ پر اہم ہے، فلسطین میں ''بیت المقدس'' کا تقدس جس طرح پامال کیا جارہا ہے۔سب سے اہم بات یہ کہ اس سلسلے

میں ''دفاع پاکستان کونسل'' نے سب سے پہلے نے نہایت مئوثر قدم اٹھایا ہے۔اس سلسلے میں ہم نے آپ کو زحمت دی اور آپ نے ایمانی قوت کا مظاہرہ کیا۔اہم مصروفیات کے باوجود آپ حضرات آج اس اہم ایشو پر فوری طور پر تشریف لائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے ایمان اور عقیدے کی بات ہے۔ہمارے قبلہ اول کی حرمت کا مسئلہ ہے اور یہ پوری اُمت مسلمہ کو امریکی صدر ٹرمپ نے جو چیلنج دیا ہے۔ہمارے سب سے بڑے تین مقدس مقامات جن میں ''بیت المقدس'' بھی ہے ''بیت الحرام'' ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے ''مرکزِ عبادت'' بنایا ہے اور جناب نبی کریم ﷺ کا روضۂ مبارک اور مدینہ طیبہ یہ تین مقدسات ہمارے ایمان کا حصہ ہیں۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو صرف آغاز ہے کہ انھوں نے بیت المقدس سے آغاز کیا اور میں نہیں سمجھتا کہ اگر ہم نے یہ معاملہ برداشت کیا اور ہمارے حکمران ٹس سے مس نہ ہوئے اور ہم نے جہاد کا اعلان نہ کیا تو پھر خدا نہ کرے ''خاکم بدہن'' ان کی نگاہِ بد حرمین شریفین پر بھی پڑے گی۔

اسرائیل کے نقشے میں ''مدینہ طیبہ'' بھی شامل ہے اور وہ نقشہ آج کل موبائل پر چل رہا ہے۔جسے امریکہ نے ابھی شائع کیا ہے۔جس میں مدینہ طیبہ کو اسرائیل کا حصہ قرار دیا ہے، جسے گریٹر اسرائیل کہتے ہیں۔انکی نظریں حرمین پر ہیں۔اگر ہم اس اقدام کو روکنے میں کامیاب ہو گئے تو ان شاء اللہ پھر وہ آگے دوسرا قدم نہیں اٹھا سکیں گے اور خدانخواستہ اگر ہم سے قبلہ اول کی حفاظت نہ ہو سکی اور اپنی مسجدِ اقصٰی کو ان کے ظالم ہاتھوں سے نہ چھڑا سکے تو پھر ہمیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّنَا مِنْ ظھرھا کیوں کہ امریکہ نے اسرائیل کی دوستی میں تمام بین الاقوامی قوانین کو پامال کر دیا ہے۔

کسی دنیا کے مہذب قوانین اور معاشرہ میں ایک مقدس اور متنازعہ مذہبی جگہ کی ملکیت کسی غیر مذہب والے ظالم حکومت کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ اس پر قبضہ کرے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ امریکہ کو خود اس فیصلہ پر انتہائی سوچنا چاہئے کہ جو انسانی حقوق کا علمبردار کہلاتا ہے اور جو آزادی کی بات کرتا ہے، جمہوریت کی بات کرتا ہے اور وہ اپنے صدر کو اس اقدام سے نہ روک سکے۔میں سمجھتا ہوں کہ امریکی عوام کو سب سے پہلے اس کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے کیوں کہ اس فیصلے سے پوری دنیا میں دہشت گردی کا دروازہ کھل جائے گا۔جس دہشت گردی کے خلاف امریکہ صبح وشام واویلا کر رہا ہے، اس دہشت گردی کی بنیادیں امریکہ خود رکھتا ہے تو اس نئی دہشت گردی سے پورا عالمِ عرب دہشت گردی کی لپیٹ میں آئے گا۔

اگر ہمارے مقدسات اور اسلامی شعائر محفوظ نہیں ہیں، تو پھر ردعمل کے طور پر دنیا بھر میں اسلامی ممالک میں پھیلے ہوئے عبادت خانے جو دوسرے مذاہب کے ہیں۔گرجے، مندر اور کلیسے ان میں سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا اور پھر تیسری عالمی جنگ یا قتل وغارت کا ایسا بازار گرم ہو جائے گا کہ اس کو روکنے والا کو

ئی نہ ہوگا۔ اگر آج ٹرمپ اس کو جائز سمجھتا ہے تو پھر اس کا خمیازہ بھگتنے کے لئے تیار رہے، وہ دہشت گردی نہیں ہوگی۔ وہ ردِعمل ہوگا تو امریکی عوام کو چاہئے کہ وہ اپنے صدر کو اس فیصلے سے روک دیں تاکہ ٹرمپ مسلمانوں کے درمیان خلیج نہ بڑھائیں۔ ہماری تو خواہش ہے کہ مغربی اقوام مسلمانوں کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھائیں اور ان کے ساتھ ایسا سلوک رکھیں کہ نفرت پیدا نہ ہو، دہشت گردی کی نوبت بھی نہ آئے لیکن اگر وہ ایسے اقدامات کرتا ہے تو پھر کوئی عرب دنیا اور اسلامی دنیا میں دہشت گردی کو نہیں روک سکے گا، وہ پھر اس کا حق نہیں رکھتے کہ غیر مسلم عیسائی یہ کہیں کہ چرچ پر کیوں قبضہ ہوا......؟ مندر پر کیوں قبضہ ہوا......؟

تو خود امریکی عوام کو اپنا صدر روکنا چاہئے کہ ہمیں خانہ جنگی اور ہلاکت کی طرف نہ لے جاؤ، اس کے علاوہ اگر آج ہم اپنی قوت نہ منوا سکیں۔ ڈیڑھ ارب کی اُمت ہے، پچاس ساٹھ حکمران ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے اگر ہم اپنا دفاع نہ کر سکے تو اس کے لئے مزید دروازہ کھل جائیگا اور وہ جو چاہے گا، مسلمانوں کے مقدسات، شعائر اور اسلامی ممالک کے ساتھ کرے گا اور عملاً کر بھی رہا ہے۔

فلسطین پر قبضہ جمانا، اسرائیل کا قیام یہ بذاتِ خود بہت بڑی دہشت گردی ہے۔ ٹرمپ نے اپنی دہشت گردی کا اعلان یعنی امریکی سفارت خانے کی منتقلی ڈنکے کی چوٹ پر کیا ہے۔ وہ دراصل حقیقت میں بیت المقدس پر قبضہ کرنے کا اعلان ہے تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم سب جن مشترکات پر متفق ہیں، ہم سب مل کر ان کا تحفظ کریں۔ اگر ہم پاکستان کا نظریاتی تحفظ چاہتے ہیں، جغرافیائی تحفظ چاہتے ہیں تو یہود، نصاریٰ اور بھارت کی جارحیت بھی ہم برداشت نہیں کر سکتے تو اس کے لئے ہمیں اس بڑے مسئلہ پر مؤثر لائحہ عمل پیش کرنا ہوگا۔ ہمارے حکمران بدقسمتی سے ہمیں ان سے یہ توقع نہیں رہی تو یہ مسئلہ اب اُمت نے سنبھالنا ہوگا، حکمرانوں میں کوئی ایسا نہیں کہ وہ اس سلسلہ میں امریکہ سے ڈٹ کر بات کرے۔

رسمی طور پر کانفرنس کرنا، مذمت کرنا، یہ حکمرانوں کا کام نہیں ہے۔ ایک اُمت جو چھپن ساٹھ ملکوں کی فوج رکھتی ہو، لاکھوں اربوں کی افرادی قوت رکھتی ہو اور اس کے ساتھ ایٹمی قوت بھی ہو اور اس کے حکمران ٹس سے مس نہ ہوں، اس معاملہ پر وہ خاموش ہوں تو ہمارے لئے مرنے کا مقام ہے۔ ذمہ داری آپ جیسے اہلِ علم، دانشمند اور قائدین کی ہونی چاہئے۔ وہ سفراء ہوں یا سیاسی قائدین ہوں، حکمران ہوں یا عامۃ المسلمین ہوں۔ ان شاء اللہ عامۃ المسلمین سب اس مسئلہ پر متفق ہیں بلکہ انصاف پسند غیر مسلم بھی اس فیصلے کے خلاف ہیں۔ فرانس، امریکہ اور دنیا بھر کے مسلم و غیر مسلم ممالک میں بھی اسکے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں۔

میں اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ ہمارے بہت ہی قابلِ احترام بزرگ، تقدس مآب مفتیانِ کرام مشائخِ عظام اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ اب بھی جہاد کا اعلان اسلامی ریاست کا کام ہے، میں اس مسئلے میں دوسری رائے رکھتا ہوں۔ یہ مسئلہ فقہی لحاظ سے ٹھیک تو ہے اور کتابوں میں ہوگا مگر عملاً کیا صورتحال ہے؟

مجھے ایک حکمران ایسا بتائیں کہ وہ جہاد کی بات کرسکتا ہو؟ وہ حکمران تو سب کٹھ پتلیاں ہیں ،وہ تو سب وائسرائے ہیں ،ان سے ہم توقع رکھیں کہ یہ جہاد کی بات کریں گے؟ آج ان میں سے کوئی ایسا حکمران ہے جو بیت المقدس کے حق میں بحیثیت ریاست جہاد کا اعلان کرے؟ اور اسرائیل کے خلاف جہاد کی بات کرے؟ اور کہے کہ ہاں! جہاد ضروری ہے اگر ایسا ہے تو میں اپنے اختلاف رائے کو ختم کردوں گا۔ان اکابر کے قدموں میں بیٹھ جاؤں گا۔ میں نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ روس جارحیت کرے اور حفیظ اللہ امین اور ترکئی ،نجیب اللہ وغیرہ فتویٰ دیں گے کہ جہاد کرو؟ اور طالبان افغانستان میں امریکہ کے خلاف جہاد کریں اور اشرف غنی اجازت دے کہ یہ جہاد جائز ہے؟اور مودی کشمیر پر سات لاکھ کی فوج چڑھائے اور وہاں کا کوئی کٹھ پتلی حکمران بھارت کے خلاف جہاد کی بات کرے........؟ اور یا فلسطین کے مسئلہ میں ہم شمعون یا ناتن یاہو سے یہ توقع رکھیں........؟ یہ ممکن نہیں ۔یہ مسئلہ ہے برحق ہے،مگر اس موقع پر یہ کہنا کلمة حق ارید بها الباطل کا مصداق ہے،ٹھیک ہے ہم کہیں گے کہ جارحیت اسلام میں نہیں ہے،اگر اقدامی جہاد ہوتو اس کے لئے حکومت کی اجازت ہونی چاہئے لیکن اگر دفاعی جہاد حکمرانوں پر چھوڑیں گے تو کوئی اٹھے گا نہیں اور سارے اسلامی ممالک غلام ہوجائیں گے۔اوران کیلئے میدان کھلا ہوگا،آپ کسی حکمران کو مجبور نہیں کرسکتے کہ وہ سخت بات بھی کہے تو ایسے حالات میں امت مسلمہ کے پاس جہاد کے علاوہ کوئی علاج نہیں اور "اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" حضور ﷺ نے فرمایا :جہاد قیامت تک جاری رہے گا،لیکن ان کٹھ پتلی حکمرانوں کے سہارے اگر ہم چھوڑ دیں نہ تو یہ زرداری فتویٰ دے گا ،نہ نواز شریف فتویٰ دے گا ،نہ اسفندیار ولی فتویٰ دے گا،نہ کوئی جہاد کی بات کرے گا،وہ تو جہاد کی بات سے منہ چھپاتے ہیں ،امریکہ آیا تو غدار پرویز مشرف نے چوپٹ سارے دروازے اس کیلئے کھول دئے ،کیا اس سے جہاد کے فتویٰ کی توقع رکھتے ؟ کہ یہ امریکی اصطلاح میں دہشتگردی ہے،اس صورت حال میں ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہمارا اقدام کیا ہوگا...؟

ہمیں کسی حکمران سے یہ توقع نہیں کہ وہ عملی طور پر میدان کارِزار میں اترے گا۔الحمدللہ صرف ترکی کے بہادر حکمران جناب طیب اردگان نے کچھ جرأت کا مظاہرہ کیا۔اسلامی ممالک کی تنظیم (اوآئی سی) کی ذمہ داریاں یہاں تک محدود نہیں ہونی چاہئیں کہ صرف اورصرف مذمت کرے ،میں سمجھتا ہوں کہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ سعودی عرب نے اسلامی عسکری اتحاد بنایا ہے، چالیس ملکوں کا فوجی اتحاد۔تو میں کہتا ہوں کہ یہی وقت ہے کہ اسلامی عسکری اتحاد قائدانہ کردار ادا کرے ،وہ کھل کر میدان میں آجائے کہ چالیس فوجیں اکھٹی ہیں اور اگر اس کے باوجود وہ کوئی بات اسرائیل کے خلاف نہ کرسکے تو پھر ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔یہ اتحاد کس مرض کی دوا ہوگا؟

ایک بات یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے نزدیک ہر مذہب کا احترام اسلام کا احترام ہے، ہر نبی کا احترام حضورؐ کا احترام ہے تمام عبادت گاہیں (چاہے وہ مندر ہیں ،گرجے ہیں ،کلیسے ہیں، گوردوارے ہیں)

ہمارے نزدیک وہ اور مسجد تحفظ میں برابر ہیں، ہمیں ان کے تحفظ کا حکم دیا گیا ہے۔لیکن دشمن کی حرکتیں مسلمانوں کو مجبور کررہی ہیں کہ یہ تحفظ ختم ہوجائے ،وہ اپنے ملک کو، اپنی عوام کو مشکلات میں ڈال رہے ہیں۔اس کے خلاف امریکہ کی باشعور قوم کو نکلنا ہوگا اور ٹرمپ کے اس متنازعہ ترین فیصلے کو مسترد کرنا ہوگا۔

بہر حال میں آپ حضرات کا مزید وقت نہیں لوں گا۔بس اس کی ہمہ گیری، اس کی آفاقیت اور اس مسئلے کا ایمان اور روح سے تعلق وہ سب آپ حضرات پر واضح ہے، الحمد للہ اس کانفرنس میں بہت اہم لوگ تشریف لا چکے ہیں، سیاسی جماعتوں کے نمائندے افغانستان، ایران اور فلسطین کے سفیر بھی تشریف لا چکے ہیں۔

29 دسمبر کو لیاقت باغ راولپنڈی میں بہت بڑا اجتماع ہوگا ان شاء اللہ اور سارے ملک میں یہ سلسلہ چلائیں گے، سیاست سے بالاتر ہوکر اس مسئلہ کو دین کا حصہ سمجھیں، یہ مسئلہ ہمارا سیاسی مسئلہ نہیں ہے۔میں نے زرداری صاحب کو بھی دعوت دی ہے، میں نے ایم کیو ایم ، پی ٹی آئی کو بھی دعوت دی ہے، میں نے مسلم لیگ ن کو، مسلم لیگ ق کو بھی دعوت دی ہے۔اسفندیار ولی کو بھی دعوت دی ہے، سارے سیکولر اور لبرل جماعتوں کو دعوت دی ہے۔کیوں کہ یہ ہم سب کا مسئلہ ہے۔یہ ان مسائل سے کیوں لاتعلق ہیں افسوس کہ ان سب کو آج ہمارے ساتھ شریک ہونا تھا لیکن ان سیاسی لوگوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں ،ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے ہیں، امت تباہ ہورہی ہے اور تم ایک دوسرے کا منہ کالا کررہے ہو۔دن رات اسی میں پھنسے ہوئے ہیں ۔اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو،مگر ایک دوسرے کے بارے میں سچ کہہ رہے ہیں، یہود نے کہا تھا وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ (البقرۃ:۱۱۳) عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صدقتا دونوں ایک دوسرے کے بارے میں سچ کہہ رہے ہیں، ان دونوں جماعتوں کی ایک بات بھی جھوٹ نہیں ہے تو ان کاموں سے احتراز کرو، اُمت کے مسائل کی فکر کرو۔

پاکستان ایٹمی ملک ہے، اللہ نے اسے یہ قوت عطا فرمائی ہے اور یہ ایٹمی قوت اللہ نے ہمیں پورے عالم اسلام کے تحفظ کے لئے دی ہے تو اس ایٹم بم کی قوت کے ہوتے ہوئے اگر ہمارے حکمران اتنے بزدل ہوں اور ٹس سے مس نہ ہوتے ہوں تو یہ خدا کی نعمت کی ناشکری ہوگی۔حکمرانوں کا پہلا کام یہ ہے کہ پورے عالم اسلام کی بڑی نمائندہ کانفرنس اس عظیم ایشو پر فوری بلائیں اور خصوصاً عرب ممالک کو یکجا کریں، اسرائیل، امریکہ وغیرہ سے سفارتی تعلقات ختم کریں اور امریکہ پر واضح کریں کہ تمہاری غلامی مسلمانوں کو قبول نہیں ہے اور نہ ہی تمہارے اس متنازعہ فیصلے کو عالم اسلام و پاکستان قبول کرتا ہے۔تمہارے اس منفی و نفرت انگیز اقدام سے القدس و فلسطین پر اسرائیل کے ناجائز قبضے کو سندِ جواز نہیں مل سکے گا۔آخر میں مَیں آپ سب حضرات کا بے حد مشکور ہوں میرے جیسے فقیر اور حقیر کی کال پر آپ سب اپنی اہم مصروفیات چھوڑ کر تشریف لائے۔اللہ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔(آمین) ❁❁❁

ضبط و ترتیب: صاحبزادہ اسامہ سمیع
متعلم دورہ حدیث حقانیہ

حضرت مولانا سلیمان حسنی ندوی کی دارالعلوم آمد اور خطاب

۱۰ جنوری ۲۰۱۸ بروز بدھ عالم اسلام کے نامور اسکالر اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے فاضل اور مورخ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کے فرزند ارجمند یونیورسٹی آف ساؤتھ افریقہ ڈربن کے پروفیسر حضرت مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی حسنی صاحب مدظلہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے جہاں حضرت مہتمم صاحب نے ان کا طلباء سے مختصر تعارف کرایا اور پھر بعد میں انہوں نے ایوان شریعت ہال میں طلباء سے خطاب فرمایا۔

خطاب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

میرے انتہائی عزیز طلبا کرام اساتذہ کرام!
آج ہم یہاں ایک بہت جلیل القدر عظیم المرتبت مہمان کے دیدار سے مشرف ہورہے ہیں، اللہ نے ہمیں یہ سعادت گھر بیٹھے ہوئے دی ہے، حضرت مولانا ڈاکٹر سلمان ندوی صاحب۔

علامہ سلیمان ندوی کا مقام اور ان کو خراج عقیدت

آپ سب علمی حلقے جانتے ہی ہوں گے کہ یہ ایک بہت بڑے عظیم المرتبت والد کے جانشین اور خود بھی الحمدللہ الولد سر لأبیہ خیر خلف لخیر سلف کے مصداق ہیں، آپ جانتے ہوں گے علامہ حضرت سید سلیمان ندویؒ برصغیر کے بلکہ پورے عالم اسلام کے سب سیرت الرسولؐ کے سب سے بڑے مصنف ہیں، اللہ نے ان کو وہ مقام دیا سیرت لکھنے کا جو عرب وعجم میں کسی کو نہیں دیا۔ سیرت النبیؐ ٦ جلدوں میں چھپی تھی اور اب حضرت نے فرمایا کہ ساتویں جلد بھی جن کا موضوع سیاست ہے ''سیاست نبویؐ'' وہ بھی تیار ہو کر چھپ گئی ہے، تو بہرحال علامہ کا بہت بڑا مقام تھا کیونکہ سیرت النبیؐ ایک بڑا عظیم کام اللہ نے ان سے لیا، پشتو میں بھی چھپی ہے، فارسی میں بھی اور غالبا عربی زبان میں بھی چھپی ہے ترکی سے۔ اس کے علاوہ بڑا مقام تھا۔ برصغیر میں ام المومنین حضرت سیدہ عائشہؓ کی سب سے پہلی سیرت انہوں نے لکھی، ارض القرآن قرآن کریم کے جو تاریخی مقامات پر تحقیقی کتاب لکھی، اسی طرح اور بہت ساری کتابیں ہیں،، اسلامی سیاست کا نقشہ جو فاروق اعظم نے قائم کیا، یورپ بھی اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا ہے تو ان کا ان

میدانوں میں بڑا مقام تھا اور ندوۃ العلماء جو برصغیر کا سب سے بڑا دینی ودنیوی جدید اور قدیم علوم کا ایک جامع ادارہ تھا، اسکی تاسیس میں بھی اس کے نشوونما میں بھی حضرت علامہؒ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اللہ نے اتنے عظیم علمی کام کرواتے ۔

سلوک اور روحانیت کی خاطر حضرت تھانوی سے وابستگی

اس کے باوجود آخر میں انہوں نے ضرورت محسوس کی کہ ایک تصوف و روحانیت اور ارشاد و سلوک کے بغیر انسان کامل نہیں ہوسکتا ہے تو وہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت نے بھی بہت بڑی خوشی کا اظہار کیا اور فخر کیا کہ ایسا عظیم المرتبت شخص اگر میرے پاس آتا ہے تو اس پر ہمیشہ فخر کرتے تھے، ان کا مشہور قصیدہ (از سلیمان گیر اخلاص و عمل) علامہ سلیمان ندوی کے بارے میں ایک پیر نے مرید کے بارے میں ایسا قصیدہ نہیں لکھا کہ ندوی کو منزہ سمجھو

ع ...... داں تو ندوی را منزہ از وغل (ندوی کو غل وغش سے پاک سمجھو) پھر اپنی لاٹھی عصاء حضرت تھانویؒ نے حضرت علامہ سلیمان ندوی کو دے دی ہے تو وہ بہت خوش ہوئے کہ میں اس کو استقامت علی العمل سے تعبیر کرتا ہوں، استقامت کی طرف گویا آپ نے اشارہ کیا ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ یہ عصاء موسویؑ ہے تو گویا حضرت کے پاس وہ گئے اور حضرت نے خلافت سے نوازا الحمدللہ۔ یہ حاسدین کو اور مخالفین کو بڑی بات چبھ گئی کہ علامہ سلیمان ندوی سیرت النبیؐ کے مصنف بہشتی زیور کے سامنے سیرت النبی کو جھک گیا، بہشتی زیور تو بچیوں کی کتابیں ہیں لیکن وہ مقام جانتے تھے ایک دوسرے کا۔

پاکستان میں قوانین اسلامی کی تدوین کی خدمات

بہرحال پھر یہاں پاکستان بنا، یہاں اسلام کی قانون سازی کا کام تدوین قوانین کا کام سب سے پہلے نظر علامہ سلیمان ندوی کی پڑی ،اس وقت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور یہ سب لوگ قرارداد مقاصد کی طرف جارہے تھے، یہ سیکولرزم لبرل ازم کا دور پاکستان پر نہیں آیا تھا، یہ سوچ نہ تھی بلکہ یہ اسلامی بنیادوں پر استوار ہورہی ہے ریاست پاکستان تو اس کام کے لئے بھی علامہ سلیمان ندوی کا انتخاب ہوا، پھر وہ ہندوستان سے ان کو مجبور کر کے لایا گیا، یہ ادارہ تعلیمات اسلامی کا جو بول بالا تھا وہ حضرت سلیمان ندوی کی صدارت میں اس نے بعد میں جا کر نظریاتی کونسل وغیرہ کی شکل اختیار کی تو بہرحال حضرت کا تو بہت بڑا مقام تھا، اللہ نے انکو بھی الحمدللہ وہی صفات دیئے ہیں، حضرت علامہ پہلے بھی ایک دفعہ تشریف لائے تھے۔

ندوی اکابر کی ناچیز اور حقانیہ سے محبت اور اسکی بنیادی وجہ سرزمین اکوڑہ سے سید احمد شہید کے جہاد کا آغاز

اس خاندان کی محبت ہے دارالعلوم کیساتھ۔اس سارے طبقے کا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت مولانا سید

ابوالحسن علی ندوی کی ،ان کو کتنی محبت تھی اس ناچیز کیساتھ اور دارالعلوم کے ساتھ۔اس کی بنیاد یہ تھی کہ جہاد کا آغاز اس سرزمین اکوڑہ خٹک پر ہوا،سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے پہلی جنگ یہاں لڑی ہے۔

پانچ سو سال بعد سب شرائط پر پورا اترنے والا جہاد

مولانا علی میاں نے اکوڑہ خٹک میں کہا کہ یہ ۵۰۰ سال بعد صحیح اسلامی جہاد تھا، پوری شرائط پر اترتا ہوا کہ جزیے کی دعوت دی گئی ،اور اسلام کی دعوت دی گئی،واما الاسلام اواماالجزیة اور اگر یہ سب شرائط پورے نہ ہوں تو پھر تلوار اور پھر جہاد صحیح معنوں میں یہاں سے شروع ہوا،اس رات کو سید احمد شہید لیلۃ الفرقان کہتے تھے،۷۰۔۸۰ آدمی یہاں اکوڑہ خٹک میں ہندوستان کے شہید ہو گئے تھے۔جن کے نام حضرت سید صاحبؒ نے خطوط میں لکھے ہیں، ہندوستان بھیجے تھے،سید احمد شہیدؒ کے مکتوبات میں ہے کہ ان میں ۷۰ وہ تھے،جو بادشاہوں کے شہزادوں جیسے لوگ اللہ کی راہ میں ہندوستان سے چلے اور اکوڑہ خٹک پہنچ کر جہاد کا آغاز کیا۔

لانگ مارچ تو ماؤزے تنگ کا نہیں سید احمد شہید کا تھا: جنگ اکوڑہ کی کچھ تفصیل

یہ ماوزے تنگ والا میں کہتا ہوں لانگ مارچ نہیں تھا لانگ مارچ تو سید احمد شہیدؒ کا تھا جو وہاں سے ڈیڑھ دو سال چلے اور افغانستان کے راستے درہ بولان سے آئے اور آتے آتے اکوڑہ خٹک کے پاس دریا کے پار انہوں نے پڑاؤ کیا اور رات کو سکھوں پر حملہ کیا سردار بدھ سنگھ جو رنجیت سنگھ کا بھائی تھا وہ خود دس ہزار فوج کے ساتھ یہاں خیمہ زن تھا اور انہوں نے رات کو جب چھاپہ مارا شام سے پہلے وہ یہاں اردگرد کے چھوٹے چھوٹے گھڑے تھے یہ بنجر علاقہ تھا اس میں مجاہدین چھپ گئے اور رات کو پھر حملہ کیا اور اللہ نے فتح دی بہت بڑی فتح تھی، اس 70 کے علاوہ ہمارے افغان پٹھان بھی شہید ہوئے تھے لیکن ان کے نام تو انہوں نے وہاں نہیں بھیجنے تھے تو یہ گویا 500 سال بعد باضابطہ جہاد کا آغاز تھا

روس اور امریکہ اس جہاد اکوڑہ کی وجہ سے ذلیل ہوا: بھاری ایٹمی پانی تو شہید کا خون ہے

یہ جہاد اس لئے موثر اور مضبوط جہاد تھا کہ میں کہتا ہوں آج روس بھی اس جہاد کی وجہ سے گیا ہے آج امریکہ بھی ذلیل وخوار ہو کر رسوا ہو رہا ہے یہ جو خون یہاں اکوڑہ میں جذب ہو گیا ہے یہ جو ایٹمی پانی کہتے ہیں ، بھاری پانی یہ بھاری پانی پتہ نہیں ہم نہیں سمجھتے کہ کیا ہوتا ہے اس سے ایٹم بم بنتا ہے۔تو میں کہتا ہوں کہ بھاری پانی شہید کا خون ہوتا ہے جس نے ایٹمی قوتوں کو بٹھا دیا ،دو ایٹمی قوت شہید کے خون کے سامنے ذلیل وخوار ہو گئے اس جہاد کی وجہ سے ہندوستان آزاد ہوا امریکہ ذلیل وخوار ہوا اس جہاد کی وجہ سے روس اسی حقانیہ کی بنیادوں میں جذب شہداء کے خون سے شکست کھا گیا۔ان عظیم لوگوں نے روس کو شکست دی حقیقت میں وہی شہداء کا خون کام آیا وہ خون اب تک چل رہا ہے۔

اکیلے سپر پاور کی سرکوبی افغان مجاہدین طالبان کررہے ہیں

پھر امریکہ اپنے کو دنیا کا سپر پاور کہلا بیٹھا کہ میں اب اکیلے سپر پاور ہوں تو طالبعلموں نے اس کو ناکوں چنے چبوا دیئے ، یہ انہی کی برکت ہے۔ سخت سردیوں میں ہوائی چپلوں میں برفانی ہواؤں میں انہوں نے اپنے پاؤں کی انگلیاں کاٹ دی ہیں لیکن وہ ڈٹے ہوئے ہیں، اگر دنیا کے بہت بڑے سپر پاور کو افغان طالبان شکست نہ دیتے تو امت کی ناک آج کٹ چکی ہوتی، ڈیڑھ ارب لوگوں کے ۵۰۔۶۰ حکمران سب ان کے حواری ہیں ان کی کٹھ پتلیاں ہیں تو جہاد کا نام ونشان مٹ چکا ہوتا، اس لئے سب آج جہاد کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں

صدر ٹرمپ کی دھمکی کا علاج بھی جہاد ہے

لیکن اب ٹرمپ نے پاکستان کو دھمکی دی ہے تو میں نے کہا کہ اب ہمت ہے تو کھڑے ہو جاؤ اب ایک ایک مولوی کے پاس جاؤ گے مسجدوں میں کہ بھائی جہاد کی بات کرو ہم سے تو اکیلے نہیں سنبھالا جاتا یہ محاذ و ملک، تو اِسی جہاد کے پیچھے آؤ گے اور پہلے تو سینکڑوں مولویوں کو تہہ خانوں میں جیلوں میں ڈالا ہوا ہے، مدرسوں پر حملے ہو رہے ہیں، معصوم بچیاں بھی نہیں چھوڑیں کہ یہ دہشتگرد ہیں لیکن وہ دہشتگرد نہیں بلکہ حقیقت میں وہ پاکستان کے محافظ تھے۔

حقانیہ کی بنیادوں میں شہداء کا خون

الحمدللہ اس حقانیہ کی بنیادوں میں سید احمد شہیدؒ اور ان کے شہداء کا خون شامل ہے اور اس خون نے دنیا کی 2 سپر پاوروں کو اپنے وقت کے قیصر وکسریٰ کو تہس نہس کر دیا اور جغرافیہ سے ان کا نقشہ ہی نکال دیا تو بہرحال الحمدللہ یہ برکات ہیں اس جہاد کے اللہ اس کو جاری و ساری رکھے، قیامت تک اس کی وجہ سے یہ حضرات حقانیہ سے محبت کرتے ہیں۔

معزز مہمان کی آمد کا شکریہ اور خوش آمدید

اور یہ ہماری سعادت ہے لوگ تلاش میں ہوتے ہیں ان کی ملاقات کے جب مجھے پتہ چلا کہ حضرت تشریف لائے ہیں تو پرسوں میں نے ٹیلیفون کیا ہمارے بھائی مولانا فہیم الحسن تھانوی صاحب ان کا بھی تعلق ہے، حضرت تھانوی صاحب سے تو ان کو میں نے کہا کہ حضرت کو میری خواہش پہنچا دیں کہ تکلیف تو ہوگی لیکن یہ ہزاروں طلباء مستفید ہو جائینگے۔ اس وقت 4۔5 ہزار طلباء ہیں دارالعلوم میں، اس میں ڈیڑھ ہزار صرف دورہ حدیث کی ہیں تو آپ کی زیارت ان کیلئے اکسیر ہے کیونکہ آپ حضرات لاہور، اسلام آباد اور کراچی تک آجاتے ہیں لیکن ہم دورافتگان محروم رہ جاتے ہیں۔ ضرورت یہ ہے کہ ان حضرات کو بھی آپ کا یہ پیغام آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہو میں پورے دل وجان سے تمام اساتذہ، مدرسہ اور طلبہ کی طرف سے حضرت کو خوش آمدید کہتا ہوں اللہ ان کی آمد ہمارے لیے مبارک فرمادے۔

خطاب حضرت مولانا سلیمان ندوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! نحمده و نستعينه و نستغفره و نتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهدى الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له ونشهد ان لا اله الا الله و نشهد ان محمداً عبده ورسوله اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

حقانیہ اور حقانی خاندان سے اظہار محبت

میں انتہائی ممنون ہوں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اوران کے خانوادے سے میں بہت زمانے سے واقف ہوں الحمد للہ مجھے موقع بھی ملا ہے یہاں حاضری کا پاکستان کے مدارس جو اس وقت ہیں اس میں اس مدرسے کا ایک نام ہے شہرت ہے جس نسبت سے وہ پہچانا جاتا ہے اور اس میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے والد ماجدؒ ان کا خانوادۂ بزرگ کی ذات سے یہ مدرسہ وابستہ ہے یہاں آپ حضرات بھی ان کی ذات سے وابستہ ہیں اور ان کا ایک مقام ہے اور ایسا مقام ہے کہ جو دشمنوں کی نظر میں بھی ہے اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت حاصل ہے اور ان شاء اللہ ایسا ہی قائم رہے گا اور امید ہے کہ ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو ضائع نہ فرمائینگے میرے لیے یہ سعادت ہے یہاں حاضری اور اس مدرسے کی شہرت اور اس مدرسے کے کام اور اس مدرسے کے جو حقائق مجھے معلوم ہیں اور لوگوں سے بھی معلوم ہوتے رہتے ہیں آپ حضرات نے اس مدرسے سے تعلق قائم کیا ہے۔ ماشاء اللہ۔

تقسیم سے قبل مدارس اور یونیورسٹیوں کا نظام مختلف نہج پر تھا

حضرت نے فرمایا کہ یہاں ۱۵۰۰ حدیث کے طلباء ہیں، حدیث ہے فقہ ہے تمام چیزوں کی تعلیم ہو رہی ہے اور دشمن پر جولرزہ ہے وہ انہی باتوں کی وجہ سے اور یہ بات بڑی اچھی طرح سے سمجھنے کی ہے کہ تقسیم ہند سے پہلے جو مدارس اور یونیورسٹیوں کا نظام تھا وہ ایک دوسرے نہج پر تھا وجہ ظاہر ہے کہ انگریزوں کی آمد تھی اس لیے مدارس کا نظام اور یونیورسٹیوں کا نظام دو مختلف نہج پر تھا اس وقت اس کی شاید ضرورت بھی تھی جب انگریزوں کی آمد ہوئی، ہندوستان میں ہوئی تھیں تو مدارس کا یہ نظام جو اس وقت ہے وہ اس وقت نہیں تھا مدرسے کی خاص بلڈنگ نہیں ہوا کرتی تھی یعنی عمارت وغیرہ نہیں تھی۔

اساتذہ ہوا کرتے تھے جن کے پاس طلباء جایا کرتے تھے کوئی فقہ کا استاد کوئی منطق کا استاد کوئی تفسیر کا استاد انگریزوں کی آمد کے بعد ضرورت پڑی کہ ادارے قائم کئے جائیں چنانچہ دیوبند قائم ہوا اس کا ری ایکشن اس کا ردعمل علی گڑھ کی شکل میں ظاہر ہوا اور ان دونوں کے ردعمل میں پھر ندوۃ العلماء کا قیام ہوا۔

دیوبند علی گڑھ اور ندوۃ العلماء کا قیام

سرسید نے جو یونیورسٹی قائم کی ان کا خیال یہ تھا کہ مغربی علوم کے ادارے بھی ہونے چاہئیں اور اسلامی علوم کے بھی، لیکن ہوا یہ کہ مغربی علوم جو تھے وہ دینی علوم پر غالب آ گئے اسلئے دو مختلف گروہ سامنے آئے ،ایک دیوبند سے تعلق اور دوسرا علی گڑھ سے تعلق تھا،ان دونوں کے درمیان اتصال کی ضرورت تھی، اس کیلئے ندوۃ العلماء کا قیام ہوا اور وہاں ایسے علوم بھی داخل کئے، مثلاً ریاضی (Mathematics) ،فلسفہ، اور منطق تو خیر تھی ہی، اس کے علاوہ عربی پر زور دیا گیا، تاریخ پر زور دیا گیا سیرت پر زور دیا گیا ،الحمدللہ کامیاب ہو کر پاکستان کا قیام ہوا۔ اب جو بات میں کہنے جارہا ہوں اسکو ذرا غور سے سنئے اور سمجھئے کہ جب پاکستان بن گیا۔

قائداعظم نے پاکستان کا جھنڈا ان اکابر سے لہرایا

اور جو نعرہ ہمیں دیا گیا جیسا کہ پاکستان میں ہوگیا کہ لا الہ الا اللہ کا غلبہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ جب پاکستان بن گیا ،تو کراچی میں پاکستان کا جھنڈا وہاں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے لہرایا اور ڈھاکے میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے لہرایا اور یہ کام قائداعظم خود کر سکتے تھے، پر قائداعظم نے یہ نہیں کیا، ان علماء کے حوالے کیا، حضرت تھانویؒ کی تائید رہی ۔

مولانا عثمانیؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کا اپنا اپنا موقف

جب جمعیت علماء اسلام کا قیام ہوا ، جمعیت علماء اسلام کا تو جمعیت علماء ہند کے صدر مولانا حسین احمد مدنیؒ اور دوسرے ان کے جو اصحاب تھے تین دن تک انہوں نے دیوبند میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے مباحثہ کیا کہ وہ جمعیت علماء اسلام کو ختم کر دیں اور ہماری جمعیت میں شامل ہوجائیں اور اس وقت انگریزوں کو نکالنے کے بعد پھر ہم دوسری جنگ لڑیں گے ۔حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ قائل نہ ہوئے اور جمعیت علماء اسلام قائم رہی اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا کہنا یہ تھا کہ ٹھیک ہے انگریز چلے جائیں گے اس کے بعد پھر ہمیں دوسری جنگ ہندوؤں سے لڑنی پڑے گی، اس کے لئے پھر مزید طویل مسافت طے کرنی پڑے گی، اس کے برخلاف آپ حضرات اگر ہمارا ساتھ دیں تو منزل آسان ہوجائے گی، لیکن تاریخی طور پر پاکستان بننے کے بعد قائداعظم کا انتقال ہوگیا، مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کا بھی انتقال ہوگیا اور مولانا ظفر عثمانی صاحبؒ کا بھی انتقال ہوگیا۔

کالج یونیورسٹیاں سیکولرازم کی فیکٹریاں

۵۰ء۔۵۱ء میں علماء کا ایک بڑا اجتماع تھا جس میں بڑے بڑے علما (جن کا نام آپ سنتے ہیں) وہ موجود تھے، مختصر طور پر میں بات جو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ چاہئے تو یہ تھا کہ یونیورسٹیوں کے نصاب میں اسلامی علوم کو مستقل درجہ دیا جاتا اور مدارس کے نصاب میں کچھ تبدیلی ہوتی جو اس وقت نہیں ہوئی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یونیورسٹیاں جو ہیں وہ دراصل سیکولرازم کی فیکٹریاں ہیں، یونیورسٹیوں کے نصاب میں کسی جگہ کسی بھی مضمون میں کسی بھی فیکلٹی میں چاہے وہ سوشل سائنس ہو، میڈیکل سائنس ہو، انجینئرنگ ہو، کوئی بھی ہو اس میں خدا کا کوئی تصور نہیں ملتا، نتیجہ یہ ہے کہ وہاں کے جو متخرج ہیں وہ عقیدتاً مسلمان ہیں، عبادتاً مسلمان ہیں، مگر فکری طور سے وہ مسلمان نہیں ہیں، مطلب یہ ہے کہ فکری طور سے ان کا تعلق سیکولر آئیڈیا سے ہے۔

تحصیل علم کا الگ الگ مطمح نظر

آپ حضرات نے یہاں اور دوسرے مدارس میں داخلہ لیا ہے تو ظاہر ہے آپ نے سوچ سمجھ کر داخلہ لیا ہے، آپ نے اپنے مستقبل کا کچھ خیال بھی کیا ہوگا اور یہ کہ آپ کے مدرسے کا اور مدرسوں کا نظام، یونیورسٹیوں سے بالکل مختلف ہے، یونیورسٹیوں کے نظام میں جو تعلیم دی جاتی ہے اس کا مطمح نظر کسی نہ کسی ملازمت کا حصول ہوتا ہے، آپ کا مطمح نظر بالکل دوسرا ہے، اور جبکہ آپ نے مدرسے میں داخلہ لیا ہے اس میں آپ نے اپنے مستقبل کا بھی فیصلہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے رزق کا وعدہ کیا ہے وہ کسی نہ کسی شکل میں ملے گا، ان شاء اللہ۔

علم نبوت کے ساتھ ساتھ نور نبوت حاصل کرنے کی ضرورت جس کا فقدان ہے

آپ کے مدارس کی تعلیم کا جو سب سے نمایاں مقام ہے وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد مستقبل کا اور اپنے حیات وممات کی فکر کا عنصر ہے اور ایک بڑی کمی جو عام مدارس میں ہوتی ہے ایک زمانہ تھا دیوبند میں جب دیوبند سے بعض طلبا فارغ ہوتے تھے تو دو سال کے لئے ان طلبا کو کسی نہ کسی شیخ کے پاس تربیت کے لئے بھیجا جاتا تھا تا کہ ان سے تربیت حاصل کرسکیں، تربیت سے مراد یہ ہے کہ میرے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک تو ہے علم نبوت اور ایک ہے نور نبوت۔ صحابہ کرامؓ کو اس کی ضرورت نہ تھی، لیکن صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ تھے۔ ان سے وہ علم بھی سیکھ رہے تھے اور نور نبوت بھی سیکھ رہے تھے، دونوں چیزوں کا کام ہورہا تھا، اس لئے ان کو مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

علامہ ندوی اس کمی کو پورا کرنے حضرت تھانویؒ کے ساتھ وابستہ ہوئے

اس کے برخلاف جیسا کہ مخالف بڑھتے چلے گئے، علم نبوت تو حاصل ہوتا رہا لیکن نور نبوت کا

فقدان تھا اسی لئے بڑے بڑے علماء جن کے آپ نام سنتے ہیں انہوں نے اپنے آپ میں یہ کمی پائی وہاں حاضر ہوئے خود میرے والد ماجد نے جب حضرت تھانویؒ کے ساتھ تعلق قائم کیا، تعلق کی ابتداء ۱۹۲۹ء یا ۱۹۳۰ء میں ہوئی اور میرے والد ماجد نے لکھا حضرت تھانویؒ کو میں مسائل علمی کی الجھنوں سے نجات کا وسیلہ گردانتا تھا اور حضرت تھانوی کو جب اپنے کوائف لکھے تو اس میں ایک بات لکھی کہ عقیدے میں میں امام مالکؒ کے عقیدے کا قائل ہوں، اس طرح برائے تربیت اپنے وہ تمام کوائف لکھے اور ان کو بھیجے اس میں آخری خط یہ لکھا کہ فقہ میں توسیع رکھتا ہوں متاخرین کے اقوال کا پابند نہیں ہوں، لیکن میں نے آج تک کسی ایسی رائے پر عمل نہیں کیا جس کی دلیل مجھے سلف صالحین میں نہ ملی ہو اور اس طرح سے اس اصلاحی نسبت کا آغاز ہوا۔

علم نبوت کا اہم پہلو تربیت

کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ آپ نے علم نبوت تو حاصل کی اور علم نبوت کا دوسرا پہلو جو ہے کہ تربیت ایسی ہونی چاہیے کہ جس کو دیکھ کے لوگ مسلمان ہوں، پرانے زمانے میں لوگ مسلمان ہوا کرتے تھے، آج کا عالم یہ ہے کہ پوری دنیا میں جو مسلمان ہوتے ہیں وہ مسلمان جب ہوتے ہیں تو ان کے اندر ایک طلب ہوتی ہے، وہ مسلمانوں کے اندر شریک ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں ان کو پھر دیکھ کر مسلمان ہوئے ہیں، میں نے جو ابھی سورۃ تلاوت کی ہے اس میں آج کی اس حقیقت کا جواب ہے۔

علم الاصول کی اہمیت

آپ میں سے جو بھی علوم آپ حاصل کر رہے ہیں فقہ ہے، حدیث ہے اس میں ایک چیز جس کی مجھے کمی محسوس ہوتی ہے، ہر جگہ میں نے یہ بات کہی ہے کہ ابھی جامعہ اشرفیہ میں بھی یہ بات کہی دارالحدیث میں ماشاءاللہ تین چار سو طلبا تھے، وہاں علم الاصول کی اہمیت پر بات کی ہر علم کے اپنے اصول ہوتے ہیں جیسے فقہ کے اصول، اصول حدیث ہیں، اصول تفسیر ہیں، اصول پر اگر گہری نظر ڈالی جائے اور زور دیا جائے تو قبلہ صحیح ہو جائے گا تو اس پر جو عمارت تعمیر ہوگی تو وہ بھی صحیح ہوگی، لیکن اگر آپ نے اصول سے اعراض کیا، سمجھنے میں غلطی کی تو اس میں بہتری کی گنجائش کہاں حاصل ہوتی ہے۔

طالب علم کا سب سے نازک وقت فراغت کے بعد کا زمانہ ہے

ایک بات یاد رکھیئے! اور وہ یہ کہ طالب علم کا سب سے نازک وقت وہ ہوتا ہے جب وہ اپنی تعلیم ختم کرتا ہے، جب تک وہ مدرسے کی چار دیواری میں ہوتا ہے، مدرسے کے حصار میں ہوتا ہے، تو اپنے اساتذہ کی گرفت میں ہوتا ہے لیکن تعلیم ختم ہونے کے بعد جب وہ دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اس وقت اس کو

مختلف خیالات اور حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ ایسی لہر ہوتی ہے جس میں اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنا بڑا مشکل ہوتا ہے، اگر تربیت صحیح نہ ہوئی ہو تو اس میں بہتری کی گنجائش ہوتی ہے، حضرت علی میاںؒ نے ایک بات لکھی ہے کہ بعض تحریکوں کے جو قائدین تھے وہ جاہل نہیں تھے وہ پڑے لکھے لوگ تھے لیکن ان کی تربیت نہیں ہوئی تھی، ان کو تراشا نہیں گیا تھا، اس لئے وہ بھک گئے بہت سی مثالیں اس کی دی جاسکتی ہیں۔

زمانہ کے لئے لفظ والعصر کا استعمال

اس سلسلے میں جو سورت ابھی میں نے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے وَالْعَصْرِ کا لفظ استعمال کیا ہے، زمانے کے لئے اور بھی دوسرے الفاظ استعمال کئے جاسکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے وَالْعَصْرِ کا لفظ استعمال کیا وَالْعَصْرِ کا معنی اگر عام طور سے لیا جائے ،زمانہ ہے جو بھی ہے ایک تو یہ مستقبل اور حال ہے، اور ایک ماضی مستقبل جو ہونے والا ہے، وہ حال بن رہا ہے اور جو حال ہے وہ ماضی بن رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ تو یہ جو تین حالتیں ہیں، ان میں خسران اللہ تعالی نے کہا کہ ہوگا اور اس سے نجات پانے کے لئے قاعدہ قانون کو شرط میں رکھا اور جو ماضی ہے وہ گزر گیا، اور جو حال ہے وہ ماضی بن رہا ہے اور جو مستقبل ہے اگر وہ حال پر ٹھیک آجائے اور پھر ماضی ٹھیک آجائے تو آپ کا قبلہ بھی درست رہے گا، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر اس میں شرط لگائی کہ عام طور پر اس خسر میں ہر شخص مبتلا ہے اس خسران سے وہی بچ سکتا ہے جو ایمان لایا اور عمل صالح کیا، آپ ذرا غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمائی اس کا ایمان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ ایمان پر ذرا غور کریں، سب سے پہلے آپکے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے آپ حضرات نے پڑھا ہوگا کہ ایمان مع عمل الصالح توصیہ حق و صبر کے ساتھ مطلوب ہے تو قلب میں اگر ایمان کا تقاضہ پیدا ہوا تو آپ نے اس ایمان کا اظہار اپنے زبان سے تو کرلیا مگر مسئلہ تب بھی حل نہ ہوا، اس لئے ایمان تو آپ کا دعوی ہے اور دعوے کو ثبوت چاہیے۔

منافقین مدینہ اس دور کے منافقین سے بہتر تھے

مدینہ منورہ میں منافقین کا مستقل گروہ تھا جو آج کل کے منافقین سے بالکل بہتر تھے وہ کم از کم حضورؐ کی حیات میں مسجد نبویؐ بھی آتے تھے۔ نماز بھی پڑھ لیتے تھے، روزہ بھی رکھ لیتے تھے، عام مسلمان جو کام کرتے تھے وہ بھی کرلیا کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود قرآن شہادت دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں، سورۃ المنافقین میں موجود ہے قرآن کریم میں ہے تو ایمان کا تقاضا جو قلب میں ہوا۔ تو اس کا آپ اظہار بھی زبان سے کرتے ہیں تو ایمان تو آپ کا دعویٰ ہوا، آپ نے اس کا اقرار بھی کردیا، یہ عین ممکن ہے کہ آپ کے دل میں کچھ اور ہو اور زبان پر کچھ اور ہو اس لئے اس کا تعلق نفاق سے ہے، تو جب یہ آپ کا دعویٰ ہے

اور دعوی پر ثبوت چاہیے۔ قرآن میں جہاں جہاں بھی ایمان کا ذکر ہے وہاں عمل صالح کا ذکر ہے اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ تو اس خُسران سے وہی لوگ بچ سکتے ہیں جن کا اللہ پر ایمان ہو،ادوسری ہیں عبادات اس کے بعد معاملات اس کے بعد اخلاق تو کسی نہ کسی شکل میں ہم ایمان رکھتے ہیں۔ الحمدللہ کوئی مسلمان شرک کا قائل نہیں ہے اور ہم نمازیں پڑھتے ہیں۔

عبادات مقصود نہیں ذریعہ ہیں

عبادات بھی ہم کر لیتے لیکن جو میدان خالی ہے وہ ہمارے معاملات اور اخلاق کے ہے اس لئے کہ ہم لوگوں نے عبادات کو مقصود سمجھا ہے، حالانکہ عبادات مقصود نہیں ہیں عبادات ذریعہ ہیں کسی چیز کے حاصل کرنے کا، قرآن پاک کی آیتوں میں ان تمام عبادات کا ذکر ہے، نماز کا روزے کا زکوۃ کا، حج کا ان سب میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ میں تم سے اس کے ذریعے کیا حاصل کرنا چاہتا ہوں (ان الصلوة تنهى عن الفحشا والمنكر) اگر ہماری نماز ہمیں منکر اور فحش کاموں سے نہ روکتی ہو تو ہمارا ایمان اور ہماری نماز نہیں تو قرآن کی آیات تو برحق ہے قرآن کے فیصلے تو برحق ہیں تو نماز پڑھنا الگ چیز ہے اور نماز سے جو ہمیں فائدہ اور نتیجہ حاصل کرنا ہے وہ ایک الگ چیز ہے ہمارے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ عین ممکن ہے کہ ہم مسجد میں آجائیں ایک گھنٹے پہلے آدھا گھنٹا پہلے اور سو رکعت ہم نفل پڑھ لیں یہ تو آسان ہے لیکن اس نفل پڑھنے کے بعد جب ہم مسجد سے باہر جاتے ہیں تو جو امتحان گاہ ہے ہمارے ایمان کا وہاں ہم کیا کرتے ہیں تو اس لئے یہ بہت بڑی غلطی ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، اس لئے آپ نے اعلان تو کر لیا لیکن اس سے جو فائدہ حاصل ہونا چاہیے اگر وہ حاصل نہ کر سکے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے یہ تو ایک نسخہ ہے اور نسخے کو مکمل طور سے حاصل کرنا چاہیے۔

میدان عمل میں ایمان کا امتحان

تو جب میدان عمل میں آپ قدم رکھتے ہیں وہی آپ کے ایمان کا امتحان ہوتا ہے وہی اللہ تعالیٰ سامنے جوابدہی آپ کو کا احساس ہوتا ہے قرآن نے شرط لگائی ہے کہ ایمان مع العمل الصالح، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز بری ہے اور اچھی بھی، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ کون کرے گا کہ عمل صالح کیا ہوگا اور غیر صالح کیا ہوگا، خیر کیا ہے اور شر کیا ہے؟ اس کا تو کوئی معیار ہونا چاہیے اس کا قرآن نے فیصلہ کیا ہے۔اس لئے ہر وہ رواج، ہر وہ عادت، ہر وہ چیز، ہر وہ تصور، ہر وہ فلسفہ جس کا تعلق جس کا معیار اسلام نہ ہو، وہ قابل رد ہے، یعنی رد کے قابل ہے تو جب یہ مسئلہ طے ہو چکا تو اس سے معلوم جو ہوا ہے، وہ اسلام ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قرآن میں، اب جو یورپ کا تعلق ہے، عیسائیت کو لے

لیس اس میں قبیح کا کوئی معیار نہیں، خیر وشر کا کوئی معیار نہیں، ان کے جو عہد نامہ جدید ہے وہ قانون کی بنیاد نہیں ہے، وہاں قانون نہیں ہے، وہاں صرف اخلاقی چیزیں ہیں، ہفتے ہفتے چرچ میں جانا اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے تو چونکہ ان کا معیار بدلتا رہتا ہے، کل جو اچھی چیز ہے آج بری ہے، کل اچھی ہوجاتی ہے اس لئے کہ ان کا معیار فکس نہیں ہے، معیار متعین نہیں ہے۔ اس کے برخلاف یہودیوں کے ہاں جو کتاب (تورات) ہے قانون ہے ان کے اندر یعنی اس قانون کے تحت آپ کسی یہودی سے کہیں کہ کھا لو وہ کبھی نہیں کھائے گا اور بہت سی چیزیں ہیں تو اس سے معلوم یہ ہوا کہ معیار جو ہے اسلام میں وہ متعین ہے، اورا سلئے اگر آپ کوئی غلط کام کریں گے آپ کریں یا کوئی بھی کرے تو غلط کام کریں گے، تو اسلام اس کا فتوی دے گا کہ آپ نے غلط کام کیا ہے، اس سے معلوم یہ ہوا کہ جو معیار متعین ہے وہ فتویٰ تو دے گا کہ آپ نے کام غلط کیا ہے، اور صحیح کیا تو صحیح کیا ہے۔

معاملات اور اخلاق مومن اور غیر مومن کا فرق متعین کرتے ہیں

جب یہ طے ہو چکا پھر عمل کے دو حصے، عمل کا وہ حصہ جو ظاہر ہے جو ہم کرتے ہیں، عبادات ہے یا دوسرے احکامات جو ہم کرتے ہیں اور ایک باطن ہے ایک باہر کا ہے، ایک اندرون کا ہے، ہمیں دونوں کو سنبھالنا ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جو تقویٰ کا لفظ استعمال کیا ہے تو تقوی سے کیا مراد ہے؟ تقویٰ سے مراد اچھے کاموں میں اور برے کاموں میں تمیز کرنا، دونوں کے سلسلے میں حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس کو انسان بننا ہے وہ ہمارے پاس آجائے جس کو پیر بننا ہے وہ کسی اور کے پاس جائے اور اس میں سب سے زیادہ حضرت کا زور معاملات پر اور اخلاق پر تھا، یہی دو چیزیں ہیں انسان کو مومن اور غیر مومن کا فرق متعین کرتے ہیں، ایمان تو آپ کے قلب میں ہے، عبادت آپ نے کر لی لیکن اس عبادت کے بعد اس کے نتیجہ میں جو ثمرہ ہونا چاہیے تھا وہ آپ نے حاصل نہیں کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اخلاق میں ہمارے کردار میں ہمارے عبادات میں کچھ کمی ہے، اسی لئے وہ معاملات پر زور دیتے تھے۔

مولانا مفتی محمد حسنؒ کو بیعت دینے کیلئے حضرت تھانویؒ کی تین شرائط

مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ جنہوں نے جامعہ اشرفیہ قائم کیا، وہ مفتی ہو چکے تھے، فارغ ہو چکے تھے انہوں نے حضرت تھانویؒ سے بیعت کی درخواست کی، حضرت تھانویؒ نے ان کے لئے تین شرطیں رکھیں، جب وہ فارغ اور مفتی ہو چکے تھے، افتاء کا کام کر رہے تھے، اس کو کوئی پس وپیش نہیں ہونا چاہیے تھا، وہ اپنی اس شہرت کو پہنچ چکے تھے، پہلی شرط انہوں نے یہ رکھی کہ چونکہ آپ کا تعلق پنجاب سے ہے اسلئے آپ کو کاف اور قاف میں پریشانی ہوتی ہے اس لئے آپ کسی ایسے استاد کی شاگردی کریں جس کے مخارج

صحیح ہوں، اور کاف اور قاف کا جو فرق ہے وہ ظاہر ہو، ظاہر ہے قلب کو کلب کردیں گے تو کچھ اور ہوجائے گا، تو اسلئے پہلی شرط تو یہ پوری کرنی ہے، دوسری شرط یہ رکھی کہ آپ نے حدیث کی تعلیم ایک اہل حدیث عالم سے حاصل کی ہے لہٰذا کسی دیوبندی عالم سے حدیث کا درس لو، اور یہ دونوں شرطیں بہت آسان تھیں، جو بات میں ابھی عرض کررہا ہوں وہ معاملات ہیں اور حدیث کی برکت ہے، حضرت مفتی صاحب کی دو بیویاں تھیں، تو حضرت تھانویؒ نے کہا کہ اپنی دونوں بیویوں سے یہ خط لکھوا کر بھیجو کہ وہ تم سے اور تمہارے معاملات سے خوش ہیں؟ پہلے دو کام تو بہت آسان تھے، تیسرا جو کام تھا کہ وہ مشکل تھا کہ اپنی دونوں بیویوں سے یہ خط لکھوا کر بھیج دو کہ وہ تم سے اور تمہارے معاملات سے خوش ہیں؟ تو مفتی محمد حسنؒ حضرت تھانویؒ کے عشاق میں سے تھے۔ انہوں نے یہ شرط بھی پوری کردی، دونوں بیویوں سے خط لکھوایا اس کے بعد پھر ان کو مرید کیا۔

حضرت تھانویؒ کے ہاں معاملات کی اہمیت

حضرت مفتی صاحب کا میں نے یہ واقعہ اس لئے بیان کیا کہ حضرت تھانویؒ کے ہاں معاملات ہی اسلام تھا اور اسی طرح تمام تر قوانین کا اخلاق کے ساتھ تعلق ہے تو اس لئے ایک مومن کا جو معیار ہے وہ ایمان اور عبادات اپنی جگہ پر ہیں، اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے لیکن معاملات اور اخلاق کا تعلق عام لوگوں سے ہے، اس لئے دنیا میں جن کا سامنا کرنا پڑتا ہے، چاہے گھر کا معاملہ ہو، باہر کا معاملہ ہو، دکان میں ہوں، یونیورسٹی میں ہوں کسی بھی جگہ میں ہوں۔

دین سیکھا جاتا ہے پڑھا نہیں جاتا

میں چھوٹی سی مثال دیتا ہوں جو باطنی امور کی بات میں کررہا تھا کہ ایک تو اعمال ظاہری ہیں دوسرے اعمال باطنی ہیں کہ جو ظاہری برائیاں ہیں ان کو بھی چھوڑ و اور جو باطنی خرابیاں ہیں ان کو بھی چھوڑو۔ تو جہاں تک دین کا تعلق ہے تو دین تو سیکھا جاتا ہے، پڑھا نہیں جاتا۔ صحابہ کرامؓ نے نماز پڑھی نہیں تھی سیکھی تھی، جس طرح جب مسلمان بچے ہوتے ہیں ان کو آپ مکتب بھیجتے ہیں اب آپ جب چھوٹے تھے تو آپ نے نماز سیکھی تھی آپ نے نماز پڑھی نہیں تھی، اس کی ہدایات تو موجود ہیں کتاب کے اندر، پھر آپ نے نماز سیکھی تھی کہ کیسے پڑھی جائیگی؟ نماز میں کیا پڑھا جائیگا؟ تو اس طرح دین جو ہے وہ سیکھا جاتا ہے اور سیکھنے میں سب سے بڑا مرحلہ جو آتا ہے وہ باطنی امور کا ہوتا ہے، ہمارے نصاب کا تعلق اس لحاظ سے بھی تھا کہ باطنی امور پر بھی عبور حاصل ہو اور جو ظاہری امور ہیں ان پر بھی عبور حاصل ہو، تب آدمی پکا مسلمان بنتا ہے۔

تواصی بالحق اور تواصی بالصبر

اچھا جب یہ ہوگا تو اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ مطلب یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بھلائی کی تلقین اوراس کونصیحت کردے اوراس کے بعد وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ کہ ان کے ادا کرنے میں جو مصیبتیں اور مشکلات درپیش ہوں اس کوعبور کرکے وہ کام چھوڑے نہیں، وہ کام کرتے رہیں، یہ ہے اصل چیز اب استقامت کی جو بات ہوتی ہے، وہ اس لئے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کرنے یا نہ کرنے کا، اس سلسلہ میں جو مشکلات پیش آتی ہیں صبر سے مراد بیچارگی نہیں ہے جسے عام طور پر ہم کہتے ہیں کہ صبر کرلو،اس سے مراد یہ ہے کہ حق پر جن مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑے وہ ان مشکلات پر قابو پائے اوراس کو چھوڑے نہیں وہ کرے، یہ اصل چیز ہے اب تو میں نے جو مختصر سورت بیان کی ہے اس سے آپ کوایک بات سمجھ میں آ گئی ہوگی ۔

طلبا مدارس کا مابہ الامتیاز اساتذہ سے رشتہ جڑا رہنا

آخری بات طلبا کیلئے وہ یہ ہے کہ اساتذہ آپ کیلئے نمونہ ہوتے ہیں، مدارس کا مابہ الامتیاز جو نشان ہے کہ اساتذہ سے آپ کا رشتہ جڑا ہونا چاہیے،آپ کتنے ہی عالم فاضل ہوجائیں لیکن اساتذہ سے آپ کا رشتہ جڑا ہونا چاہیے،اسکے برخلاف یونیورسٹیوں میں اساتذہ کا تعلق تجارتی ہے، کلاس کے باہر آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں،آپ کچھ بھی کریں،اِس وقت یونیورسٹیوں میں جو ہنگامہ ہے پریشانی ہے وہ یہی چیز ہے، نہ تو اساتذہ ٹھیک نہج پر ہیں اور نہ طلبہ ٹھیک نہج پر،تو جو معیار ہے وہ خود درہم برہم ہے تو ظاہر ہے کہ ان طلباء کا بھی یہ حال ہوگا عزت واحترام کا کوئی وجود نہیں ہے، وہ اساتذہ کے خلاف ہر روز ہنگامہ کرتے ہیں ۔

فراغت کے بعد بھی اساتذہ سے وابستگی

اسکے برخلاف ہمارے مدارس کے علماء کی شان یہ ہے کہ اساتذہ سے تعلق نہ صرف ایک درجے پر قائم رہتا ہے بلکہ درجے سے باہر بھی رہتا ہے اور تعلیم کے ختم ہونے کے بعد بھی رہتا ہے، اس لئے تمام نصاب میں جتنی بھی مثالیں آپ دیں گے، ایمانداری میں ان کا تعلق اپنے اساتذہ سے جڑا رہا، اوراسی لئے وہ کسی منزل پر بھکے نہیں، اس لئے ہوتا یہ ہے کہ جب آپ تعلیم ختم کرکے جس میدان میں آپ قدم رکھتے ہیں وہاں ہر قسم کی چیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ہر قسم کی کتابوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے،تو اسمیں بھکنے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں، وہ لوگ بھکتے ہیں اوراس لئے اگراساتذہ سے تعلق جڑا ہوتا ہے تو آپ کی رہنمائی آخر تک کرتے رہیں گے ۔ ایک نصیحت میری آپ سے یہ ہے کہ آپ کا تعلق مدرسے سے ختم ہونے کے بعد آپ کے اساتذہ کے ساتھ جڑا رہے، تا کہ آپ بھکے نہیں کیونکہ دنیا بڑی خراب ہے، دنیا میں

ہرقسم کی چیزیں ہیں، ایک تو یہ مسئلہ ہے، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جوعلم آپ حاصل کررہے ہیں آج کی دنیا بہت چھوٹی ہوچکی ہے، خاص طور پر فقہ کے معاملہ میں۔

میرے والد صاحب کا آخری زمانہ میں یہ خیال تھا کہ دار التکمیل کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جائے اوراس میں جوعنوانات رکھے تھے ایک تو عقلیات ہوں، فقہیات ہوں، ادبیات ہوں اوراس کی وجہ یہ تھی کہ ادب کے ذریعے بڑی تباہی پھیلائی گئی، ہم لوگ جب چھوٹے تھے مکتب میں پڑھتے ہی ہماری تربیت شروع ہوتی تھی اسماعیل برقی کی نظم سے، اقبال کے شکوہ اور جواب شکوہ سے۔ ہمارا دلی لگاؤ اسماعیل برقی کے نظم سے ہوتا تھا، اقبال کے شکوہ اور جواب شکوہ سے ہوتا تھا، یہ آپ کو بنیاد مہیا کرتی تھی۔ آج کل لوگوں کو اس سے لگاؤ نہیں ہے اسلئے آج کل استاد اور شاگرد کے درمیان کوئی ادب کا پہلو نہیں ہوتا، اسکے برخلاف مدارس میں ایک دوسرا مسئلہ ہوتا ہے، ادب ہوتا ہے، احترام ہوتا ہے، عقیدت ہوتی ہے، ہر چیز میں برکت ہوتی ہے۔ اسلئے جب ٹھوس بنیاد پہنچتی ہے تو اسکی حفاظت بھی کرنی پڑتی ہے۔

نئے نئے مسائل کے حل کے لئے اصول فقہ پر عبور

اس لئے اگر آپ نے اس کی حفاظت کرنی ہے اور اسے محفوظ کرنا ہے تو اس سلسلے میں فقہی مسائل میں بھی غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا بہت چھوٹی ہوچکی ہے، لوگ یورپ جاتے ہیں کہیں اور جاتے ہیں، ہر جگہ جاتے ہی نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں، اس لئے اساتذہ کو چاہیے کہ اصول فقہ پر اتنا عبور پیدا کردیں کہ جو مسائل پیدا ہوں اس کو وہ خود حل کرسکیں۔ مسائل کے احوال جو ہیں وہ اسی نہج پر حل ہونے چاہئیں، کوئی شافعی ہو، مالکی ہو، حنبلی ہو، حنفی ہو جو بھی ہو، آپ کا اپنا مسلک کچھ بھی ہو آپ کا ذاتی طور سے جو بھی مسلک ہے اس پر تو آپ شدت سے قائم رہیں لیکن جب مسائل کے حل کا وقت پیش آتا ہے تو پھر آپ کو اس میں وسعت کرنی پڑتی ہے اور مسالک کے احوال میں سے حل تلاش کرنا پڑتا ہے، اس کے لئے ضرورت پڑتی ہے کہ آپ فقہی طور پر مضبوط ہوں۔

آج کل ہندوستان میں طلاق ثلاثہ پر طوفان برپا ہے، آج سے کچھ ۴۰۔۴۵ سال پہلے بمبئی میں طلاق ثلاثہ پر ایک مذاکرہ ہوا تھا، اور حضرت سید صاحب اکبرالہٰ آبادی کے معاون تھے یہ مسئلہ اس وقت پیدا ہوا تھا شاید یہ اسی کی کڑی ہے، آپ اگر غور نہیں کریں گے تو دنیا آپ کو مجبور کردے گی، اس پر غور کرنے کے لئے اس میں شرط یہ ہے کہ آپ کا قبلہ درست ہوتا کہ آپ کے اندر نفسانیت نہ ہو اور صحیح طور پر اس کو پیش کرنے کی سمجھ ہو، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا احساس ہو۔

سیرت کا مطالعہ اور واقعات کا تجزیہ ضروری

میں ایک مدرسہ میں گیا دارالحدیث کے طلباء سے بیان کررہا تھا میں نے ان سے پوچھا کہ آپ

کیا پڑھتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ کتاب المغازی میں نے پوچھا کتاب المغازی میں آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا صلح حدیبیہ پڑھ رہے ہیں، میں نے ان سے سوال یہ کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کی نیت سے گئے تھے اور احرام بھی باندھ لیا تھا اور غالباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احساس بھی تھا کہ مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا، تو سوال یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرے کے لئے داخل نہیں ہونے دیا گیا تو واپس کیوں نہ چلے گئے؟ واپس تو نہ گئے وہیں رہے اور قربانیاں بھی کیں، احرام بھی کھول دیا مگر پھر بھی بیٹھے رہے، اس کا جواب ان کے پاس نہ تھا، اس لئے کہ ان کو یہ باتیں بتائی نہیں گئیں تھیں۔ میرا کہنا یہ ہے کہ جب آپ تفسیر پڑھتے ہیں یا حدیث پڑھتے ہیں تو ان چیزوں کی طرف بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ سیرت کے بغیر آپ آگے نہیں بڑھ سکتے اس لئے سیرت کا مطالعہ ضروری ہے سیرت صرف واقعات نہیں اس کا تجزیہ کرنا بھی ضروری ہے، اسی طرح سے جب آپ ؐ کسی جہاد پر یا بیرون سفر پر جاتے تھے تو اس میں ایک یہ بھی سٹریٹیجی ہوتی تھی یہ آدمی کی سٹریٹیجی ہوتی ہے کہ ایک صورت تو آپ ظاہر کرتے ہیں اور دوسری یہ کہ راز کو راز رکھنا ضروری ہوتا ہے تو ذہن میں اس سے پہلے جنگ بدر جنگ خندق ہو چکی تھی اور اب قریش کمزور ہو چکے تھے یعنی جہاد کے نقطہ نظر سے وہ کمزور ہو چکے تھے کہ ان کے اندر وہ صلاحیت ابھی باقی نہ تھی لیکن ان میں وہ صلاحیتیں تھیں کہ وہ آپ کو اور طریقوں کے ساتھ بھی مجبور کرتے تھے۔

صلح حدیبیہ کے فوائد اور مصلحتیں

آپ کا نظریہ یہ تھا کہ جب آپ ؐ مکہ مکرمہ سے واپس تشریف لائے تو مدینہ منورہ کے شمال میں یہودی تھے، جو خیبر میں جمع ہو چکے تھے اور جنوب میں پھر قریش تھے تو اگر آپ یہ فیصلہ فرماتے کہ ہم جا رہے ہیں یہودیوں سے لڑنے کیلئے شمال میں، تو یہ عین ممکن تھا کہ قریش پیچھے سے آپ پر حملہ کر دیتے اور اگر آپ قریش کی طرف فوج لے کر بڑھتے تو یہ عین ممکن تھا کہ شمال سے پھر یہودی اندر آ جاتے حملہ کرنے کیلئے تو بھی پھنس جائیں گے، تو اسلئے آپ ؐ نے عمرے کا اعلان فرمایا خیال یہ تھا کہ وہ اتنے کمزور ہو چکے ہیں کہ کسی نہ کسی معاہدے پر راضی ہو جائیں گے اور یہودیوں سے معاہدہ ممکن نہ تھا، وہاں بہت کچھ عداوت ہو چکی تھی اور وہ لڑنے کیلئے تیار تھے، اسکے برخلاف قریش اتنے کمزور ہو چکے تھے اور اس سے بڑھ کر حضرت ام حبیبہؓ حضور ؐ کی زوجہ مطہرہ بن چکی تھیں، ابوسفیان جو قریش کے سردار تھے، ان سے رشتہ قائم ہو چکا تھا، اسلئے کسی نہ کسی معاہدے کے امکانات روشن تھے، اسلئے آپ نے وہاں سے فوراً واپسی کا ارادہ نہیں کیا اور معاہدہ شروع ہو چکا اور آپ نے تمام شرائط قبول کیں، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ سے اختلاف بھی کیا اور عمر بھر وہ

اس کیلئے توبہ کے نفل پڑھتے رہے، اصل مقصد یہ تھا کہ قریش سے معاہدہ کیا جائے اور بھی بہت سی تفصیلات ہیں بیان کرنے کیلئے۔

جنگ بدر کی مصلحتیں

مثلاً جنگ بدر ہے، آپ سیرت النبیؐ کا مطالعہ کریں اس سے آپ کو اندازہ ہوجائیگا اسمیں مولانا شبلی نے تمام مستشرقین کی کتابوں اور تمام چیزوں کا ذکر کیا ہے ان سب کا کہ کس طرح ہوا۔

عام طور سے آپ دیکھیں کہ مستشرقین کا اثر یہ ہوا مسلمانوں پر بھی کہ جو قافلہ واپس آرہا تھا شام سے مکہ مکرمہ جارہا تھا، کیا اس قافلہ پر حملہ مقصود تھا پھر وہ جنگ بدر پیش آئی اور جنوب میں وہ قافلہ آرہا تھا شمال سے کیا یہ ناممکن تھا، صحابہ کرامؓ کیلئے کہ اس کو متفق کرکے اس پر حملہ کراسکیں۔ قرآن کریم کی آیت بھی موجود ہے اس کے اوپر بھی بعض صحابہؓ پر یہ قیادت خائف تھی، اس لئے ان چیزوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے، ان چیزوں کو آپ ہی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ آپ میں صلاحیت ہے اس لئے میرا کہنا یہ ہے کہ مدارس میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطالعہ کا جزء بننا بہت ضروری ہے۔ ایک زمانے میں تھا تاریخ ایسی ہو، سیرت ایسی ہو اسی طرح اور چیزیں مطالعے میں آنا چاہئیں کسی نہ کسی وقت میں آجانا چاہیے، چاہے وہ طالب علم کے آخری حصے میں ہو لیکن ہو ضرور، اسکے بغیر آپ دنیا کو درپیش مسائل کا حل پیش نہیں کرسکتے ، اسلئے اصول فقہ پر زور دو، تاریخ پر زور دو، سیرت پر زور دو، ان تینوں چیزوں کے بغیر آپ آگے نہیں بڑھ سکتے۔

انگریزوں سے قبل انجینئر کمانڈران چیف انہیں مدارس کے نکلے ہوئے ہوتے

ایک زمانہ تھا آپ ذرا غور فرمائیں کہ انگریزوں کی آمد سے بہت پہلے جو زمانہ گزرا ہے، شاہ ولی اللہؒ کو دیکھ لیں، امام غزالیؒ کو آپ دیکھ لیں، وہ مکمل تھے۔ میں آپ کو ایک مثال دوں ، اس وقت انہیں مدارس کے طلبہ متخرجین میں انجینئر بھی تھے، کمانڈران چیف بھی تھے، سب ہی کام کررہے تھے، یہ بڑی بڑی عمارتیں اس وقت بھی بنتی تھیں وہ جو انجینئر تھے، جنہوں نے بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی ہیں، ترکی میں اندلس میں جو انجینئر تھے ان کے جو کمانڈر چیف تھے وہ کسی آکسفورڈ یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے نہیں تھے، جامع مسجد دہلی جائیں ، جامع مسجد لاہور جائیں ، اگر محراب پر جو قرآن کی آیت لکھی ہے اوپر سے لیکر نیچے تک، آپ ذرا غور کریں کہ آپ ذرا دور کھڑے ہوں تب بھی اور قریب کھڑے ہوں تو وہ لفظ اللہ کا سائز یا بسم اللہ جو بھی لکھا ہو تو جو سائز نیچے ہے وہ اوپر جاکر بھی وہی سائز نظر آتا ہے، یہ مہندس جو تھے، یہ حساب کتاب کرنے والے جو تھے یہ کسی انگریزی کالج میں پڑھے ہوئے نہیں تھے اسی مدرسے کے پڑھے ہوئے تھے۔

احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں ایمان اور حسن معاملات آپ کا ہتھیار ہے

حضرت عمرؓ کے زمانے میں سلطنت روم اور سلطنت ایران جو پیسہ پر چل رہی تھیں، یہ کمانڈر چیف کسی یونیورسٹی میں پڑھے ہوئے نہیں تھے یہ سلطنتیں حضرت عمرؓ کے زمانے میں نیست و نابود ہوگئیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے جو علم حاصل کیا تھا اور جو تجربہ حاصل کرتے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کیلئے حاصل کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی مدد بھی ان کو شامل ہوا کرتی تھی، کہنے کی بات یہ ہے کہ حق کے اندر ہم کسی احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں، یہ آپ کی قوت ہے، اس کو ضائع نہ ہونے دیں، اللہ تعالیٰ پر مکمل ایمان اور اپنے اللہ اور معاملات پر پوری توجہ رکھنا یہی آپ کے لئے ہتھیار ہے اور جب آپ اس سے فارغ ہو جاتے ہیں تو اللہ سے مدد طلب کریں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس پر، جو بات بتا رہا ہوں اس پر ذرا غور فرمائیں۔

وعدہ خلافت و غلبہ سب ایمان کے ساتھ مشروط ہے

اللہ کا وعدہ یک طرفہ نہیں دو طرفہ ہے جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ ہونے کی اور سلطنت کی پیشنگوئی کی ہے وہاں شرط لگائی ہے انتم الاعلون ان کنتم مومنین یہ ان کنتم مومنین جہاں بھی ہے یہ جملہ شرطیہ ہے تو لہٰذا جو شرط پوری نہیں ہوگی تو وعدہ بھی پورا نہیں ہوگا۔ یہ شرط اس وقت پوری ہوگی جب آپ اللہ تعالیٰ کی وہ شرط پوری کریں گے، اس لئے آج جو مسلمان ادھر ادھر بکھر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان کا رشتہ کٹا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ سے چونکہ رشتہ کٹا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ سے آپ نے جو وعدہ کیا تھا شروع سے لیکر آخر تک وہ وعدہ آپ پورا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے پر قائم ہے لیکن ہم شرط پوری نہیں کرتے تو اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم شرط پوری کریں۔

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ نے وہ قلم تجھ کو دیا ہے جس پہ قوموں کی تاریخ لکھی جاتی ہے، لیکن آپ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا، تو اللہ تعالیٰ کیسے پورا کرے گا کیونکہ شرط ہے ان کنتم مومنین، اس شرط کو پورا کرنے کی توقع یونیورسٹی کے طلبہ سے کم ہے اور مدارس کے طلبہ سے زیادہ ہے، الا ماشاء اللہ

اقبال تو کسی مدرسے کا پڑھا ہوا نہیں تھا اگر وہ مدرسے کی تائید کرتا ہے اور مغربی تعلیم پر تنقید کرتا ہے کہ

ہم نے سوچا کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلی آئیگی الحاد بھی ساتھ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

(قسط۶۰) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی
استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ذاتی ڈائری

۸۳۔۱۹۸۴ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب وروز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ واقارب، اہل محلّہ وگردوپیش اور ملکی وبین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال وواقعات درج فرماتے۔آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقرنے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

اضافہ مشاہرات:

دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ میں دارالعلوم کے اساتذہ وعملہ کی تنخواہ میں اضافہ پرغور کرنے کے لئے جو ذیلی مالیاتی کمیٹی قائم کی گئی تھی اس نے اپنے ایک اجلاس میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پرغور کیا اور حسبِ سابق اس سال بھی دارالعلوم کے اساتذہ، عملہ، دارالحفظ اور تعلیم القرآن مڈل سکول کے تمام اساتذہ وعملہ کی تنخواہوں میں معقول اضافہ کی منظوری دے دی جس کا نفاذ یکم ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ سے کردیا گیا ہے، جب کہ پچھلے کئی سال سے بھی حالات کے مطابق اضافہ مشاہرات ہوتا چلا آرہا ہے۔

مولانا لطف اللہ جہانگیرویؒ کی فاضل دیوبند کی رحلت:

حضرت مولانا لطف اللہ صاحب فاضل دیوبند جو علمی ودینی مجاہدوں اور سرگرمیوں میں مولانا محمد

یوسف بنوریؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے ساتھی رہے اور جامعہ بنوری ٹاؤن کے تاسیس اور ابتدائی دور کی تدریس میں بھی مولانا بنوریؒ کے خاص رفیق کار تھے 4اگست کو انتقال فرماگئے نماز جنازہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے پڑھایا، مرحوم کے پسماندگان ولواحقین سے تعزیت فرمائی اور ان کے آبائی گاؤں جہانگیرہ تحصیل صوابی میں ان کی تدفین ہوئی

علامہ خالد محمود انگلینڈ کا دارالعلوم میں خطاب

۳۰اگست : علامہ خالد محمود صاحب جو انگلینڈ میں دینی خدمات اور سرگرمیوں میں مصروف ہیں، 30اگست کو دارالعلوم تشریف لائے۔ احقر سے ملاقات ہوئی اور کئی دینی اور ملکی امور پر تبادلۂ خیال فرمایا۔ میری خواہش پر آپ نے دارالحدیث میں طلباء سے نہایت عالمانہ عالمانہ اور فاضلانہ خطاب بھی فرمایا جس سے طلباء بے حد محظوظ ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی صحت:

شیخ الحدیث والد ماجد کی صحت میں اب الحمدللہ اس قدر افاقہ بھی ہوگیا ہے کہ اپنے دولت کدہ پر گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ حقائق، السنن شرح ترمذی کا مسودہ بھی سن لیتے ہیں گھنٹہ دو گھنٹے دارالعلوم کے دفتر میں بھی تشریف لے آتے ہیں، چند روز تک ان شاء اللہ اسباق پڑھانا بھی شروع کردیں گے، ہسپتال میں داخلہ سے لے کر اب تک جن ہزاروں مخلصین نے تیمارداری اور صحت کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھا پورا حلقہ دارالعلوم ان کا شکر گذار ہے، حضرت کی زندگی میں سوائے ایک دفعہ سفر حج کے پہلی بار یہ موقعہ آیا کہ اکوڑہ خٹک کی عید گاہ آپ کی شرکت اور خطابت سے محروم رہی۔ اکوڑہ میں چالیس پچاس سال سے یہ روایت چلی آرہی ہے کہ عید کی نماز ایک جگہ پڑھی جاتی ہے شہر کا عیدگاہ بھی ایک ہی ہے، جو دارالعلوم سے اب ملحق ہے جس میں اہل شہر کے علاوہ آس پاس کے اکثر دیہات سے بھی کافی لوگ تشریف لاتے ہیں ،عیدین پر علی العموم تیس چالیس ہزار کا مجمع رہتا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ بوجہ والد ماجد کی علالت کے احقر کو خطاب کرنا پڑا۔ پون گھنٹہ کے اس خطاب کو سارے مجمع نے بڑی دل جمعی اور سکون سے سنا اور عموماً پسند کیا۔ (یہ عیدگاہ اکوڑہ خٹک میں عم محترم کا اولین خطاب ٹیپ ریکارڈ سے قلمبند کرکے مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے ماہنامہ ’الحق‘ کے اکتوبر۱۹۸۳ء کے شمارہ میں ملت مسلمہ کی امتیازی شان کے عنوان سے شائع کروایا۔مرتب: عرفان الحق)

ڈاکٹر مصلح الدین کی آمد:

۰۲محرم الحرام کو صدر پاکستان کے تعلیمات اسلامی کے مشیر جناب ڈاکٹر مصلح الدین صاحب دارالعلوم

تشریف لائے ، اسباق شروع تھے ، طلبہ سے بھری درسگاہوں کو دیکھ کر بیحد خوش ہوئے دارالحدیث میں چند منٹ درس بھی سنا ، لائبریری میں کافی دیر تک ، نادر نسخوں اور قلمی کتابوں سے اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے رہے۔
دفتر الحق اور مؤتمر المصنفین میں تشریف لائے ، زیر ترتیب بعض کتابیں دیکھیں دارالتجوید، میں طلباء کی قرأت اور عربی مکالمے سنے ۔ دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث سے تفصیلی ملاقات کی اور کتاب الآراء میں اپنی گرانقدر رائے بھی ثبت فرمائی ، اس سے قبل بھی ایک دوبار پہلے بھی آپ دارالعلوم تشریف لا چکے ہیں
۸ رمحرم کو مولانا عبدالقدوس ہاشمی جج وفاقی شرعی عدالت دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے تبادلہ خیالات کیا۔
۱۶ رمحرم کو مجلس تحفظ حقوق اہل سنت والجماعت کے سکریٹری جنرل نے مولانا عبدالمجید ندیم صاحب نے ، والد محترم سے ان کے دولت کدہ پر ملاقات کی۔ پھر دارالعلوم تشریف لائے ۔ اسی روز دوپہر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے صاحبزادے جناب مولانا سید ابومعاویہ بخاری اپنے رفقا کی ایک جماعت کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ، حضرت شیخ الحدیث کی بیمار پرسی کی۔ عشاء کے بعد جامع مسجد دارالعلوم میں طلبہ سے خطاب فرمایا اور رات قیام کرکے دوسرے دن واپس تشریف لے گئے ۔

مولانا رکن الدین غورغشتویؒ کا انتقال :

شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین صاحب غورغشتوی کے بڑے صاحبزادہ مولانا رکن الدین صاحب عیدالاضحیٰ کے بعد اس دار فانی سے رحلت فرما گئے ہیں ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔
احقر ۹ رمحرم الحرام کو ان کے گاؤں غورغشتی حاضر ہوا اور مولانا مرحوم کے صاحبزادوں سے اظہار تعزیت کیا بعد ازاں حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیرالدینؒ اور مولانا قطب الدینؒ کے مزارات پر فاتحہ بھی پڑھی۔

''قادیان سے اسرائیل تک'' کی دوسری اشاعت :

مؤتمر المصنفین کی شائع کردہ کتاب ''قادیان سے اسرائیل تک'' کا پہلا ایڈیشن جو شائع ہوتے ہی ہاتھوں ہاتھ لے لیا گیا تھا اور اب عرصہ سے نایاب ہو چکا تھا اور مانگ برابر جاری تھی ۔ اب اسکا دوسرا ایڈیشن چھپ کر آ گیا ہے ۔

تبلیغی قافلوں کی آمد :

۲۴ رمحرم الحرام سے حسب سابق امسال بھی تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع میں شرکت کی غرض سے دارالعلوم کے کئی اساتذہ وطلبہ کے قافلے رائے ونڈ روانہ ہوئے ۔ احقر اور مولانا انوارالحق نے بھی شرکت اور اکابر علماء سے زیارت وملاقات کی ۔ دوسری طرف پشاور ، کوہاٹ ، دیر ، چترال ، سوات ، باجوڑ

وغیرہ سے اجتماع میں شریک ہونے والے بڑے بڑے قافلے دارالعلوم آ کر رُکتے اور قدرے قیام کرتے رہے ۔ ادھر کے اضلاع ملاکنڈ ایجنسی ، کوہاٹ ، دیر ، چترال اور سوات وغیرہ کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ اجتماع کو جاتے اور واپس آتے وقت دارالعلوم ٹھہر کر یہاں کے اساتذہ وطلبہ سے ملاقات کرتے اور دارالعلوم دیکھتے ہیں ۔ مہمانوں کی کثرت کے باعث جگہ جگہ روشنی کا انتظام کیا گیا ۔ طلبہ نے بڑے سلیقے سے مہمانوں کی راہ نمائی اور خدمت کی ۔ ان دنوں دارالعلوم باجماعت نمازوں میں مسجد اور اطراف بھر جاتے تھے ۔

غربی جانب تین نئے مکانات کی تعمیر کا آغاز:

صفر۱۴۰۴ھ/نومبر۱۹۸۳ء: دارالعلوم حقانیہ کے مغربی جانب دارالمدرسین کے احاطہ میں اساتذہ کے لئے مکانات کی شدید ضرورت تھی ، اس لئے فوری طور پر تین مکانات کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا ۔ 21 محرم الحرام کو حضرت شیخ الحدیث نے سنگ بنیاد رکھا ، دارالحدیث میں اس تعمیر میں خیر وبرکت کی دعا ہوئی ، اور بحمداللہ کام تیزی سے شروع کر دیا گیا۔

شارجہ کے محکمہ اوقاف کے اہلکار اور مولانا مفتی احمد الرحمٰن کراچی کی آمد

۴/صفر کو جامعۃ الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہتمم حضرت العلامہ مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب دارالعلوم تشریف لائے ۔ حضرت شیخ الحدیث سے دفتر اہتمام میں ملاقات کی اور تبادلۂ خیال کیا۔

۵/صفر المظفر کو شارجہ کے محکمہ اوقاف کے ایک افسر جناب شعیب احمد علی صاحب دارالعلوم تشریف لائے ، جمعہ کا دن تھا ، عام تعطیل تھی ، احقر سے ملاقات کی اور پھر میرے ہمراہ دارالعلوم کی لائبریری ''مؤتمر المصنفین'' دارالتجوید اور مختلف شعبے دیکھے تو بے حد محظوظ ہوئے اور طلبہ سے بہت اچھا تاثر لیا۔

مولانا فہیم ، فرزند حضرت بخاریؒ مولانا عبدالمجید ندیم ، مولانا عبدالقدوس ہاشمی اور غلام محمد اسماعیل کی آمد:

۱۰/صفر کو مولانا محمد فہیم صاحب (دوبئی) اپنے چند رفقاء کے ساتھ تشریف لائے ۔ دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات کی جناب احقر سے بھی ملے اور میرے دورۂ مصر وسعودی عرب کے موقع پر دوبئی کا پروگرام بھی ترتیب دیا گیا۔

۱۴/صفر کو لندن سے جناب غلام محمد اسماعیل اپنے رفقاء کے ہمراہ دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت شیخ الحدیث کی ملاقات کی اور احقر سے موتمر المصنفین کی بعض کتابوں بالخصوص 'اسلام اور عصر حاضر' کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کی خواہش ظاہر کی ۔

ختم بخاری برائے ایصال ثواب ورفع مشکلات:

۲۰ر نومبر کو ختم بخاری کی تقریب منعقد ہوء۔ دارالعلوم کے فاضل اساتذہ اور طلباء دارالحدیث میں جمع ہوئے اور بخاری شریف کا ختم کیا گیا۔ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب، حضرت علامہ شمس الحق افغانی، مولانا عبدالحلیم زروبوی و جملہ اکابر دیوبند اور امت مسلمہ کی روحوں کو ایصال ثواب کیا گیا۔ دارالعلوم کے فضلاء، معاونین، منتظمین و متعلقین سب کی ترقی درجات کی دعائیں کی گئیں اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث والد صاحب نے مختصر خطاب بھی فرمایا۔

نادیۃ الادب کا قیام اور ایک تربیتی تقریب:

احقر کی ہمیشہ دیرینہ خواہش تھی کہ طلبہ علمی، ادبی، تاریخی، تحریری اور تقریری صلاحیتیں اجاگر ہوں۔ زمانہ کے حالات، انقلابات اور جدید نظریات، الحاد و دہدایت اور فرق ہائے باطلہ کے مقابلہ کے لئے بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے مطابق تیاری کریں۔ چنانچہ اسی غرض سے دیئے ہوئے خاکے کے مطابق مولانا عبدالقیوم حقانی نے دارالعلوم کے بعض دیگر فاضل اساتذہ کے تعاون سے طلبہ کی ایک علمی مجلس ''نادیۃ الادب'' کے نام سے قائم کی جس سے دارالعلوم کے طلبہ میں علمی ومطالعاتی ذوق کی نئی لہر دوڑی، موصوف کے علاوہ نادیۃ الادب کے طلبہ کو دارالعلوم کے دیگر اساتذہ مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب، مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب، مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب فانی کا تعاون بھی حاصل رہے گا۔

سردست اس سلسلہ میں ''نادیۃ الادب'' کی ایک تربیتی تقریب منعقد ہوئی جس کی تین نشستیں ہوئیں۔

۷ر دسمبر کو بعد از نماز عشاء حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی نے جہاد اکبر کے موضوع پر اسلاف امت اور اکابر علماء دیوبند کے علمی وعملی اور روحانی ترقیات ومراتب اور جہاد و بالنفس کے عبرت انگیز واقعات اور مؤثر تاریخ بیان فرمائی اور طلباء کو اپنے اسلاف کی طرح خلوص وللّٰہیت اختیار کرنے کی دلنشین انداز سے تلقین کی جبکہ اسی روز بعد العصر مولانا ضیاء الرحمٰن فارقی (فیصل آباد) نے حضرت شیخ الہند اور کابر علماء دیوبند کے عظیم تاریخی کردار کے عنوان پر خطاب فرمایا۔ دوسرے روز 8 دسمبر کو تیسرے اجلاس میں مولانا عبداللطیف صاحب (جہلم) نے خلافت راشدہ پر سیر حاصل عالمانہ بحث کی اور موجودہ دور میں اس مسئلہ کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی۔ ہر سہ حضرات نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملاقات بھی کی۔

حضرت شیخ الحدیث کے چچازاد بھائی کا انتقال

7 دسمبر 1983ء حضرت شیخ الحدیث کے چچازاد بھائی جناب عبدالہادی صاحبؒ جو کافی عرصہ سے علیل اور صاحب فراش تھے انتقال کرگئے۔ مرحوم حضرت شیخ کو بے حد عزیز اور خاندانی بزرگ تھے۔

دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء کے علاوہ علاقہ بھر کے لوگ جوں جوں خبر ہوتی رہی ، پہنچتے رہے۔ تاکہ جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرسکیں۔ 2 بجے ظہر کو نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ حضرت شیخ الحدیث نے پڑھائی۔

آفیسرز کے تربیتی کورس کے شرکا حقانیہ میں : 20,21 دسمبر حسب سابق اس سال بھی رورل اکیڈمی پشاور کے زیر اہتمام ملک بھر سے چاروں صوبوں اور مختلف اضلاع کے 23 بڑے آفیسرز دوروز کے کے تربیتی پروگرام پر دارالعلوم تشریف لائے اور یہاں کے دئے ہوئے مرتب پروگرام کے مطابق علمی استفادہ کرتے رہے۔ احقر کے درس ترمذی میں شرکت کی غرض سے دورۂ حدیث کے طلباء کیساتھ چٹائیوں پر گھلے ملے بیٹھے رہے۔ اسکے علاوہ دارالعلوم کے فاضل اساتذہ کرام مولانا مفتی محمد فرید صاحب ، مولانا غلام الرحمٰن صاحب ، مولانا قاری عبداللہ صاحب اور احقر نے مستقل طور پر مختلف موضوعات پر لیکچر دئے۔ جاتے وقت اکیڈمی کے چیئر مین نے کہا کہ ہم اپنے سہ ماہی تربیتی پروگرام میں دارالعلوم میں گذرے ہوئے دوروز کو تمام کورس کی روح سمجھتے ہیں۔

......1984ء کی ڈائری......

مدرسہ امینہ دہلی کے مہتمم اور مجاہد خلیفہ عبدالواحد کی آمد:

۱۲رجنوری ۱۹۸۴ء کو مدرسہ امینیہ دہلی کے مہتمم مولانا مفتی محمد ضیاء الحق صاحب تشریف لائے۔ دفتر اہتمام میں احقر سے ملاقات کی۔ دارالعلوم کے تمام شعبہ جات دیکھے۔ اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے بھی ان کے دولت کدہ پر ملاقات کی۔

۲۰رجنوری حرکت انقلاب اسلامی کے امیر جناب خلیفہ عبدالواحد صاحب مجاہدین کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ دارالعلوم تشریف لائے۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث سے ملاقات کی اور بعض اہم امور پر تبادلہ خیال کیا۔ ان کے ساتھ مولانا حمداللہ جان صاحب ڈاگئی بھی اس موقعہ پر موجود تھے۔

ڈاکٹر محمد رحمان کی اہلیہ کی رحلت پر شیخ الحدیث کا تعزیت کے لئے جانا

پچھلے ماہ جناح ہسپتال کراچی کے شعبہ امراض قلب کے ماہر سرجن ڈاکٹر محمد رحمان صاحب کی اہلیہ محترمہ انتقال فرما گئی۔ سرجن صاحب موصوف کا حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے مخلصانہ تعلق ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ڈاکٹر صاحب کی تعزیت کے لئے ان کے گاؤں بڈنئ ضلع پشاور بھی تشریف لے گئے۔

برساتی نالہ کی تعمیر اور نئی زمین کی احاطہ بندی

دارالمدرسین کے تین نئے زیر تعمیر مکانات مکمل ہوگئے ہیں مغربی جانب کے برساتی نالہ کی تعمیر کا کام جاری ہے جس پر ایک لاکھ روپے سے زائد مصارف آئینگے اسی طرح دارالعلوم کے جنوب میں عیدگاہ کے مشرق میں نئی خرید شدہ زمین کی حدبندی کا کام بھی ہو رہا ہے۔

سعودی ثقافتی بیورو اور مولانا سید ظاہر شاہ مردان کے ورثاء کی طرف سے ہدیہ کتب

سفارت مملکۃ عربیہ سعودیہ کے تعلیمی اور ثقافتی بیورو واقعہ لاہور کے ذریعہ کتابوں کا اہم ذخیرہ دارالعلوم کو موصول ہوا، اسی طرح میرے دورہ مصر کے دوران شیخ الازھر اور مجمع البحوث الاسلامیہ کی طرف سے دی گئی کتابیں بھی کتب خانہ کو دی گئیں۔ اسی طرح مولانا سید ظاہر شاہ مرحوم گڑھی دولت زئی مردان کے ورثاء نے ان کی تقریباً ایک سو کتابیں دارالعلوم میں داخل کیں۔

عالمی وملکی اصحاب علم وفضل کا ورود

دارالعلوم میں ملک وبیرون ملک کے کئی اہم اصحاب علم وفضل نے قدم رنجہ فرما کر دارالعلوم کو دیکھا اور حضرت مدظلہ کی زیارت کی ان شخصیات میں مولانا رشید الدین حمیدی مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد انڈیا، مولانا عبدالحفیظ مکی خادم خاص وخلیفہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ مکہ معظمہ، جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب انجمن خدام القرآن لاہور، مولانا عبداللہ خلجی مشیر صدر پاکستان اوران کے ہمراہ وفد علماء بلوچستان۔ وفد علماء راولپنڈی واسلام آباد (بہ سلسلہ تبلیغی جماعت) مولانا ابرہیم لونتھ جوہانسبرگ افریقہ شامل ہیں

اسیر مالٹا مولانا عزیر گل کی ملاقات کے لئے حاضری

احقر اپنے بعض احباب اور اساتذہ دارالعلوم مولانا عبدالقیوم حقانی، برادرم مولانا انوار الحق، مولانا محمد ابراہیم اور جناب ممتاز خان کی معیت میں بقیۃ السلف مولانا عزیر گل مدظلہ اسیر مالٹا کی ملاقات اور مزاج پرسی کے لئے ان کے گاؤں گیا، کافی وقت تک ان کی خدمت میں رہے مولانا کی بینائی بے حد کمزور ہے مگر بحمداللہ عمومی صحت تسلی بخش ہے۔

نادیۃ الادب کی دوسری تربیتی تقریب:

۸؍مارچ نادیۃ الادب کی دوسری تربیتی تقریب منعقد ہوئی جس میں جامعہ امدادالعلوم پشاور کے شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب نے ردبریت اور طلبہ کی اخلاقی تربیت کے موضوع پر ایک جامع لیکچر دیا۔ ان سے قبل احقر نے اپنے مختصر خطاب میں سال رواں میں نادیۃ الادب کے شرکاء کی بہترین کارکردگی

پر اطمینان کا اظہار فرمایا اور ان کے مطالعاتی اور تعلیمی تحریریں اور تقریری سرگرمیوں کی تحسین اور آئندہ سال سے نادیۃ الادب کو بھی باقاعدہ طور پر دارالعلوم کا شعبہ بنادینے کی تجویز پیش کی۔ نادیۃ الادب کی لائبریری کے لئے علمی وادبی لٹریچر مہیا کرنے کا ارادہ بھی کیا ہے اللہ تعالیٰ توفیق سے نوازے امین۔

اسی نشست میں مولانا مفتی غلام الرحمٰن کی اسلام اور سوشلزم اور اور مولانا عبدالقیوم حقانی نے نادیۃ الادب کے شرکاء کی ذمہ داریوں کے موضوعات پر لیکچرز دئے۔ دوسری نشست عشاء کے بعد دارالعلوم کی جامع مسجد میں منعقد ہوئی جس میں دارالعلوم کے اساتذہ مولانا مغفوراللہ صاحب نے مسئلہ خلافت وامامت اور مولانا اسیداللہ صاحب نے مسئلہ علم غیب اور مسئلہ حاضر وناظر پر سیر حاصل بحث کی۔ طلبہ کو مزید اعلیٰ صلاحیتیوں کا مظاہرہ کرنے کی ترغیب دی۔

مولانا معراج الحق صدر المدرسین دیوبند کی آمد:

رجب ۱۴۰۴ھ/اپریل ۱۹۸۴: دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین مولانا معراج الحق صاحب دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ دفتر اہتمام میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے معزز مہمان کو ظہرانہ دیا۔ کافی دیر تک مجلس جمی رہی جس میں دارالعلوم کے اساتذہ بھی شریک تھے۔ اس دوران طلبہ دارالحدیث میں جمع ہوگئے جہاں معزز مہمان نے خطاب کرنا تھا۔ جب معزز مہمان حضرت شیخ الحدیث مدظلہ دارالعلوم کے اکابر اساتذہ کی معیت میں دارالحدیث اور معزز مہمان دونوں ایک مسند پر تشریف فرما ہوئے تو منظر دیدنی تھا۔

حضرت شیخ، دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ، مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے آئے ہوئے قابل قدر مہمان کے اکرام میں نچھاور ہورہے تھے۔ اس موقع پر سفر پر تھا لہٰذا تقریب کے آغاز میں مولانا عبدالقیوم حقانی نے حضرت شیخ الحدیث، دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ کی طرف سے ضیف محترم کو خوش آمدید کہا اور ان کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ اور حاضرین سے مہمان کا تعارف، دارالعلوم دیوبند کے بحران میں دارالعلوم دیوبند سے ربط اور تعلیمی واشاعتی خدمات اور اب جہاد افغانستان میں فضلائے حقانیہ کا مجاہدانہ اور قائدانہ کردار دارالعلوم دیوبند کے مشن کی تکمیل میں دارالعلوم حقانیہ کی مساعی پر روشنی ڈالی۔ حضرت مولانا معراج الحق صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ:

''واقعتہ میرا جی بھی یہی چاہتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ کے در و دیوار سے لپٹ جاؤں اس لئے ان کی تہہ میں بالاکوٹ کے شہدا کا خون موجود ہے۔ شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید نے جب سکھوں سے جنگ لڑی تو اکوڑہ میں پڑاؤ ڈالا تھا اور یہاں ان کے رفقاء شہید ہوئے تھے۔ اسی سرزمین مین ان کے خون کی کھاد موجود ہے اس لئے تو آج یہاں کے پتھروں سے دارالعلوم حقانیہ کی صورت میں علوم ومعارف کے

چشمے جاری ہیں ۔ جوایک عالم کوسیراب کررہے ہیں ۔انہوں نے فرمایا۔دارالعلوم حقانیہ آ کر مجھے ایسا محسوس ہورہا ہے جیسے میں دارالعلوم دیوبند میں آ گیا ہوں مجھے یہاں کسی قسم کی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی ۔فرمایا: دارالعلوم دیوبند، درالعلوم حقانیہ کواپنے جسم کا ایک حصہ سمجھتا ہے ۔ یہ ادارہ دارالعلوم دیوبند کا روحانی فرزند ہے،جس کے اعلیٰ کردار پر دارالعلوم دیوبند کوفخر ہے ۔ہمیں یہ جان کراور بھی مسرت ہوتی ہے کہ اس وقت روسی سامراج کے خلاف دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء برسرِ پیکار ہیں اور پھر دارالعلوم دیوبند کے ایام بحران اوراس کے حالات واقعات تفصیل سے بیان فرمائے ۔اورفرمایا اب وہاں کی تعلیمی اورانتظامی کارکردگی پر امن اورحسبِ معمول جاری ہے ۔

ضیف محترم نے رات کودارالعلوم میں قیام فرمایا۔مغرب کا کھانا حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ساتھ بیٹھک میں تناول فرمایا۔صبح روانگی ہوئی تو جاتے ہوئے فرمایا : مجھے یہاں پہنچ کر جو اطمینان اور سکون حاصل ہوا تھا اب جاتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مسافر اپنے گھر سے سفر کے لئے رخت سفر باندھ رہا ہو۔

مولانا اسحٰق مدنی اورمولانا مصطفیٰ حسن مدنی کی آمد

۱۷/اپریل کومولانا محمد اسحاق صاحب مدنی کشمیری جو جامعہ اسلامیہ مدینہ کے فارغ التحصیل اورآزادکشمیر کی اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن ہیں اس وقت دبئی میں سعودی عرب کی طرف سے دینی وعلمی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں ۔اپنے سفر پاکستان کے دوران دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے رات کا قیام احقر کے ہاں رہا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملاقات ہوئی اوردارالعلوم دیکھ کر بے حد خوشی کا اظہار کیا۔

۱۸/اپریل ،مولانا مصطفیٰ حسن صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی جو بحرین میں اہم دینی خدمات انجام دے رہے ہیں ۔ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ۔ رات کا قیام دارالعلوم میں کیا۔صبح شیخ الحدیث مدظلہ اوراحقر سے ملاقات کے بعداورواپس تشریف لے گئے ۔

مختلف مدارس کی تقریبات میں مولانا سمیع الحق کی شرکت

صالح خانہ چراٹ میں ایک دینی مدرسہ کے سالانہ امتحانات کے تقریب میں احقرنے شرکت کی اورنماز جمعہ میں علاقہ بھر سے آئے ہوئے لوگوں کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب بھی کیا۔صالح خانہ چراٹ کے مذکورہ مدرسہ کو دارالعلوم حقانیہ کےفضلا کی خدمات حاصل ہیں۔بحمداللہ مدرسہ احسن طریقہ سے دینی خدمات انجام دے رہاہے۔

۲۰/اپریل ،مصری بانڈہ کے مدرسہ حفظ القرآن کے امتحانات میں شرکت کی اورنماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔

۲۷/ اپریل، جامعہ اسلامیہ تنگی کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی ۔ اور نماز عصر کے بعد ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا۔ جامعہ اسلامیہ تنگی کو دارالعلوم حقانیہ کے اولین وقدیم فضلاء کی خدمات حاصل ہیں ۔ مولانا حبیب اللہ صاحب حقانی اور ان کے رفقاء کے مخلصانہ خدمات کا نتیجہ ہے ۔ کہ آج جامعہ اسلامیہ تعلیم وتدریس اور تربیت و انتظام کے لحاظ سے ایک معیاری مدرسہ بن چکا ہے ۔ جامعہ اسلامیہ کے پروگرام سے فارغ ہوکر رات کو ترنگ زئی گیا، جہاں جامعہ محمودیہ کی تقریب دستار بندی میں شرکت کی اور علاقہ کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا۔

دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ امتحانات:

۲۵/ اپریل : سے دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ تقریری وتحریری امتحانات کا سلسلہ شروع ہوا جو آٹھ دن تک جاری رہا۔ ۵/ مئی سے وفاق المدارس العربیہ کے بورڈ کے امتحانات میں شرکت کرنے والے دورۂ حدیث اور نچلے درجوں کے طلباء کے امتحانات شروع ہوئے اور ہفتہ بھر جاری رہے، وفاق کے امتحانات کے سلسلہ میں دارالعلوم کے اساتذہ بھی کراچی اور چارسدہ وغیرہ کے مختلف مدارس امتحانات کی نگرانی کے امور پر تعینات رہے۔

تقریب ختم بخاری ودستار بندی حفاظ کرام

۳/ مئی ۱۹۸۴: کو دارالعلوم میں ختم بخاری کی تقرب منعقد ہوئی ۔ تاریخ کی تشہیر نہیں کی گئی مگر پھر بھی یہ اطلاع پھیل گئی تھی اور مخلصین و متعلقین اور قرب وجوار کے علماوفضلاء کا ایک بڑا مجمع ہوگیا۔ عصر کے بعد دارالعلوم کی مسجد میں ختم بخاری ہونا تھا۔ جب کہ اس سے قبل دارالحفظ والتجوید کے طلبہ کی اپنے اساتذہ کی نگرانی میں ایک تربیتی نشست ہوئی ۔ جس میں حفظ وقرأت کے علاوہ ان طلبہ کے درمیان اردو، فارسی اور عربی میں تقریریں اور مکالمے ہوئے اور باہر سے آئے ہوئے مہمان، طلبہ کی اعلیٰ صلاحیتوں کے مظاہرے اور اساتذہ کی تعلیم وتربیت سے حد درجہ متاثر ہوئے اور دینی وروحانی حظ حاصل کیا۔

نماز عصر کے وقت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ تشریف لائے ۔ پہلے دارالحفظ کے طلبہ کی دستار بندی ہوئی ۔ اور ان میں دارالعلوم کی جانب سے کامل حفظ کی سندات تقسیم کی گئیں۔ حضرت شیخ الحدیث اور اکابر اساتذہ اپنے ہاتھوں سے طلبہ کے سر پر پگڑی باندھتے اور سند عطا فرماتے اس کے بعد شیخ الحدیث مدظلہ نے صحیح بخاری کی آخری حدیث کا مفصل درس دیا رخصت ہونے والے طلبہ کو دفاع اور مستقبل کی ذمہ داریوں سے متعلق خصوصی ہدایات دیں ۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ کے اس خطاب کو احقر نے خود اسی وقت قلم بند کرلیا ہے، نماز مغرب میں تھوڑا وقت باقی تھا کہ یہ مبارک تقریب اختتام کو پہنچی۔

جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

ٹرمپ کی خطرناک قومی سلامتی اسٹریٹیجی

''ٹرمپ کی سکیورٹی اسٹریٹیجی ایک خطرناک منصوبہ ہے جسے کسی طرح بھی قومی سکیورٹی اسٹریٹیجی نہیں کہا جا سکتا یہ محض ہرزہ سرائی ہے۔'' راجر کوہن (Roger Cohen)

ٹرمپ کی یہ سکیورٹی حکمت عملی دراصل ان کے ''امریکہ پہلے'' کے نعرے سے عبارت ہے اور یہ جنون ان کی شخصیت پر حاوی ہے جس کی عکاسی ان کی مندرجہ ذیل قومی پالیسی سے ہوتی ہے جس کے اہداف یہ ہیں: قومی اقدار وطرز زندگی کا تحفظ، امریکی وقار کی ترویج، طاقت کے بل بوتے پر امن کا قیام، دنیا بھر میں امریکی اثر ورسوخ کو وسعت دینا اور بھارت کو چین کا ہم پلہ بنانا مقصود ہے۔اسی پالیسی کی بنیاد پر ٹرمپ کی قومی سکیورٹی اسٹریٹیجی وضع کی گئی ہے جس کا خصوصی ہدف فلسطین، افغانستان، ایران، چین، شمالی کوریا اور پاکستان ہیں۔

فلسطین: بظاہر یوں دکھائی دیتا ہے کہ ٹرمپ 1917 میں جاری ہونے والے بالفور اعلامیے (Balfour Declaration) کا صد سالہ جشن منا رہے ہیں جسکا اعلان حکومت برطانیہ نے پہلی عالمی جنگ کے دوران یہودیوں کی سلطنت کی خاط عثمانیہ کے علاقے فلسطین کو یہودی عوام کا وطن قرار دیا تھا۔اس اعلامیے کے الفاظ یہ تھے:

> ''شہنشاہ برطانیہ کی حکومت فلسطین کو یہودیوں کا آبائی وطن قرار دینے کی حامی ہے اور اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے اس ہدف کو حاصل کرے گی۔اس بات کو بھی یقینی بنایا جائیگا کہ جس طرح یہودیوں کے حقوق اور سیاسی مقام کا خیال رکھا جائے گا اسی طرح فلسطین میں پہلے سے آباد غیر یہودی عوام کے مذہبی و معاشرتی حقوق کو بھی تحفظ فراہم کیا جائے گا۔''

ٹرمپ کی اس حکمت عملی کے سبب فلسطین اور اسرائیل پر مشتمل دو ریاستوں کے قیام کے امکانات ختم ہو گئے ہیں جس کے اثرات خطرناک ہوں گے اور پورے مشرق وسطی کو نئے خطرات کا سامنا ہو گا۔اسی طرح 2001 میں شروع ہونے والے پہلے کروسیڈ کے تحت مسلم مما لک کی تباہی و بربادی کا سامان

مہیا کیا ہے۔اب دوسرا کروسیڈ شروع کیا جارہا ہے جس کا اولین ہدف فلسطین اور مشرق وسطی کے ممالک ہیں اور پوری دنیا میں طاقت کے بل بوتے پر امریکی اثر ورسوخ کو مسلط کرنا ہے۔فلسطین میں قیام امن کے امکانات اب انتہائی معدوم ہیں کیونکہ عرب دنیا کی دلچسپی شام عراق اور داعش کی جانب تبدیل ہو چکی ہے اور وہ عرب انقلاب کی تباہی و بربادی سے بچنے کے اقدامات میں مصروف ہیں۔ اس کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکہ قیام امن کی راہ ہموار کرنے کی بجائے مکمل طور پر اسرائیل کی طرفداری کر رہا ہے جس کا مقصد پورے علاقے پر بالادستی حاصل کرنا ہے۔

افغانستان: امریکہ کو 2010 میں افغان جنگ میں شکست ہوئی تو انہوں نے رچرڈ آرمیٹج کو میرے پاس بھیجا تاکہ افغان طالبان کو بات چیت پر آمادہ کیا جاسکے لیکن طالبان 1990 کی طرح دھوکے میں آنے والے نہیں تھے انہوں نے شرط رکھی کہ بات چیت کا عمل شروع کرنے سے پہلے قابض فوجیں افغانستان سے مکمل طور پر نکل جائیں۔لیکن بتدریج ہزیمت اٹھانے اور اپنی حیثیت کھونے کے باوجود امریکہ افغانستان میں اپنی شکست کے داغ دھونے کیلئے سازشوں میں مصروف ہے جس سے درپردہ داعش کو تقویت مل رہی ہے جو پورے خطے کے ممالک کی سلامتی کیلئے انتہائی خطرناک ہے۔وہ پاکستان کو بھی دھمکا رہا ہے کہ افغانوں کی مزاحمت کو کچلنے کے اقدامات کرے تاکہ ''بھارت کو چین کے مدمقابل قوت بنایا جاسکے'' اور انڈو ایشین (Indo-Asian) منصوبے کی تکمیل کرکے افغانستان سے بنگلہ دیش تک بھارت کی بالادستی قائم کی جاسکے اور ''طاقت کے بل بوتے پر امن قائم کیا جائے۔''

ایران: 1980 سے لے کر آج تک امریکہ ایران کو خطے کے ممالک کیلئے زبردست خطرے کے طور پر بدنام کرتا رہا ہے لیکن اس کے برعکس طرح طرح کی تجارتی واقتصادی پابندیوں کے باوجود ایران ایک مضبوط قوت بن کر ابھرا ہے جس سے امریکہ کو ایران کے ساتھ ایٹمی معاہدے پر مجبور ہونا پڑا لیکن صدر ٹرمپ اب اس معاہدے کو ''اب تک طے پانے والا سب سے بدترین معاہدہ'' قرار دے رہے ہیں اور ایران پر سے پابندیاں اٹھانے کو تیار نہیں بلکہ دھمکیاں دے رہے ہیں۔ان کا منصوبہ ہے کہ ''دو دہائیوں سے جاری سخت گیر ایرانیوں سے معاملات طے کرنے کا بہترین راستہ یہ ہے کہ اس معاہدے کو پھاڑ کے پھینک دیا جائے۔'' ٹرمپ معاہدے کو تو پھاڑ سکتے ہیں لیکن وہ ایرانی عوام کے عزم واستقلال اور قومی اعتماد کو شکست دے کر "طاقت کے بل بوتے پر امن قائم کرنے کی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ "

چین: ٹرمپ نے چین کو ''تذویراتی مدمقابل'' (Strategic Competitor) کا نام دیا ہے۔چین کے ساتھ ہاتھ ملانے اور علاقائی تعاون کے ذریعے قیام امن کی حکمت عملی پر انکا ساتھ دینے کی بجائے امریکہ

بھارت کو چین کی ابھرتی ہوئی عسکری اوراقتصادی طاقت کے ہم پلہ بنانے کیلئے کام کر رہا ہے جبکہ بھارت کی اوقات یہ ہے کہ وہ اب تک پاکستان کوابھرنے سے روک نہیں سکا تو وہ چین کومحدود کرنے کی ذمہ داری کس طرح پوری کر سکے گا۔ کہا گیا ہے کہ ''بھارت کی مدد کرنے کیلئے امریکہ بھرپور طور پر تیار ہے۔'' یقیناًایک زوال پذیر سپر پاور سے اس سے زیادہ اور کچھ کرنے کی امید بھی نہیں کی جاسکتی۔

شمالی کوریا: ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے کی محدود صلاحیت کے باوجود شمالی کوریا نے امریکہ کوخطرات سے دوچار کر دیا ہے۔امریکہ جو ہزاروں ایٹمی ہتھیاراور موثر طور پراستعمال کرنے اور فضائی قوت کی صلاحیتوں کا حامل ہے وہ شمالی کوریا پر کسی قسم کا دباو ڈالنے میں ناکام ہے اور بے بسی کے عالم میں چین سے امید لگائے بیٹھا ہے کہ وہ شمالی کوریا کے سربراہان کوقائل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا لیکن شمالی کوریا اورافغانستان کے معاملات میں ناکامی نے اکلوتی سپر پاورامریکہ کی طاقت کی قلعی کھول دی ہے۔

پاکستان: پاکستان علاقائی تصادم کے مرکز میں واقع ہے۔ہمیں اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر انتہائی احتیاط سے قدم اٹھانا ہے جس کیلئے منتخب پارلیمان کے تعاون اورعوام کی مدد کے ساتھ ساتھ ایران افغانستان اور پاکستان کے مابین علاقائی اتحاد کا قیام ضروری ہے جسے چین اور روس کی حمایت سے مزید تقویت ملے گی۔ پاکستانی قوم میں ایرانی قوم کی طرح جذبہ مزاحمت اور دباوکومسترد کرنے کا حوصلہ موجود ہے جو ہمارے ہمسایہ کی عظیم تہذیبوں کی قدروں سے عبارت ہے۔ان کے ساتھ ہماری سرحدیں ہی نہیں بلکہ سوچ وفکر بھی مشترک ہیں ۔مرحوم لیاقت علی خان کے بقول پاکستان ایشیا کا دل ہے۔اب ہمیں اپنے قول وفعل سے اس عظیم ورثے کا حقدار ثابت کرنا برحق ہے۔

عالمی اسلامی کانفرنس (OIC) کاہنگامی اجلاس مسلم ریاستوں میں خاطر خواہ سنجیدگی پیدانہیں کر سکا۔صرف چندسربراہان مملکت نے اس اجلاس میں شرکت کی جوعالم اسلام میں اتحاد کےفقدان کی آئینہ دار ہے ۔ایران اورترکی کے علاوہ کسی بھی ملک نے اس معاملے کوسنجیدگی سے نہیں لیا ہے۔خصوصا عرب دنیا عوامی انقلاب کی وجہ سے گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہے۔خطے میں پھیلی اس مایوسی سےامریکہ اوراسرائیل نے بھرپورفائدہ اٹھاتے ہوئے فلسطینی مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے عوام کے سول اور مذہبی حقوق کو خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔موجودہ صورت حال پورے عالم اسلام کیلئے ایک بڑاچیلنج ہے۔اس سازش کے تحت امریکہ اوراسرائیل عرب علاقوں کی قیمت پرعظیم تر اسرائیل کے ایجنڈے کووسعت دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں، جس کے سبب مشرق وسطی کا نقشہ بدل جائے گا لیکن امید ہے کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے جس بھاری اکثریت سےٹرمپ کی پالیسی کے خلاف ووٹ دیا ہے وہ امریکہ اوراسرائیل کے ناپاک عزائم کوآگے بڑھنے سے روک دے گی۔ ☆ ☆ ☆

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

دعا:

تمام عبادات کا جوہر اور مغز

نحمده ونصلى على رسوله الكريم!اما بعد! فاعوذ باالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم **وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ** (المؤمنون: ٦٠) ''اور فرمایا تمہارے رب نے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کرونگا۔ بے شک جو لوگ میری بندگی سے تکبر کرتے ہیں عنقریب وہ دوزخ میں ذلیل وخوار ہو کر داخل ہونگے۔''

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ادلكم على ما ينجيكم من عدوكم ويدّرلكم ارزاقكم تدعون الله مى ليلكم ونهاركم فان الدعاء سلاح المؤمن (رواه ابويعلى فى سنده)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ عمل بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارا بچاؤ کرے اور تمہیں بھرپور روزی دلائے، وہ یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دعا کیا کرو رات میں اور دن میں کیونکہ دعا مؤمن کا خاص ہتھیار یعنی اسکی خاص طاقت ہے''۔

محترم سامعین! اللہ تعالیٰ نے تمام عالم انسانیت کے انسانوں کو جس چیز کیساتھ باقی مخلوقات پر شرف دے کر اشرف المخلوقات کا لقب دیا وہ مقام عبدیت ہے قرآن مجید میں انسانوں اور جنات کی تخلیق کا مقصد بھی عبادت ہی بتایا گیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ** (الذاريات :٥٦)

''کہ ہم نے انسانوں اور جنات کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا''

گویا سب سے اعلیٰ انسان وہی ہوگا جو مقصد تخلیق کو پورا کرنے والا ہوگا، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر چیز اپنے مقصد کے لحاظ سے ہی کامل اور ناقص سمجھی جاتی ہے، مثلاً گائے، بھینس، بکری وغیرہ کو دودھ دینے کے مقصد کیلئے پالا جاتا ہے اور وہی جانور بہترین اور معزز سمجھا جاتا ہے جو زیادہ دودھ دے۔

مقصد عبدیت کا کامل نمونہ:

بہرحال جو اپنے مقصد کو جتنا پورا کرے گا وہ اتنا ہی زیادہ معزز و مکرم ہوگا، اس لئے مقصد عبدیت کو جو سب سے زیادہ پورا کرنے والا انسان ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے

جنہوں نے گویا عبادت کا حق ادا کر دیا اسی وجہ سے قرآن مجید اعزاز کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''عبد'' ہی کے لقب سے مخاطب کیا گیا، چنانچہ معراج کے سفر کا ذکر قرآن مجید میں ان الفاظ کیساتھ مذکور ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (بنی اسرائیل:۱) اسی طرح قرآن مجید کے نازل ہونے کا بیان سورۃ الفرقان میں تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ (الفرقان:۱) اور سورہ کہف میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ (الکھف:۱) مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعزاز و اکرام کا مظہر عبادت ہے، جو زیادہ عبادت گزار ہوگا وہی زیادہ معزز و محترم، اعلیٰ وارفع ہوگا۔

تمام عبادات کا جوہر: معزز حضرات! عبادت کیلئے بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی کمزوری، تذلل، عاجزی ولاچاری ظاہر کرے گا، اس یقین کے ساتھ کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہم محتاج ہیں، اب ہماری تمام عبادات کا مغز اور جوہر کیا چیز ہے؟ تو عبادات کا مغز دعا ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعا مخ العبادہ (رواہ الترمذی) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔

چونکہ عبادت کی حقیقت عاجزی وانکساری، اپنی بندگی ومحتاجی کا مظاہرہ ہے اور یہ حقیقت دعا میں ۱۰۰ فیصد پائی جاتی ہے کہ بندہ اپنا احتیاج وضرورت کو پورا کرنے والے رب کے سامنے گڑگڑاتا ہے اور رو رو کر رب العالمین سے مانگتا ہے۔

تمام پریشانیوں کا حل

محترم سامعین! آج ہم مختلف قسم کی پریشانیوں اور مشکلات کا شکار ہیں اور ان مشکلات کو حل کرنے کیلئے در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں حالانکہ پریشانیوں کو ختم کر کے راحت وہ آرام دینے والی ذات ہم بھول چکے ہیں، اُن لوگوں سے مانگتے ہیں جو مانگنے پر برا جان کر ناراض ہوجاتے ہیں حالانکہ وہ رب لا یزال ذات نہ مانگنے پر ناراض ہوتی ہے عن ابی ھریرہ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من لم یسأل اللّٰہ یغضب علیہ (رواہ الترمذی) '' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے نہ مانگے اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔''

اگر ہم دنیا کے ماحول پر نظر دوڑائیں تو ہم کو کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا ہے جو سوال کرنے سے ناراض نہ ہوتا ہو، والدین جو بچوں کے ساتھ حد درجہ محبت وشفقت کرتے ہیں مگر وہ بھی بچوں کے بار بار مانگنے سے غصہ ہوجاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ذات جو اپنے بندوں پر ۷۰ ماؤں سے بھی زیادہ شفیق ہے مانگنے پر خوش ہوتا ہے بلکہ قرآن مجید میں واضح الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھ

سے مانگو، مجھ سے سوال کرو، میرے سامنے اپنی حاجت و مشکلات بیان کرو، آپ کی دعا کو قبول کروں، آپ کی حاجات کو پورا کروں بہر حال دعا مومن کا عظیم ہتھیار ہے۔ جس کی مدد سے مومن ہر دشمن کو شکست دے سکتا ہے، ہر مشکل کو حل کروا سکتا ہے۔

دعا مانگنے کا سلیقہ

محترم حضرات! آئیں اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر اپنی حاجات پیش کریں اپنی ضروریات اور مشکلات پیش کریں اس سے دعا مانگیں۔ وہ رب قبول کرے گا ان شاء اللہ، بعض لوگ اکثر ہمیں شکایت کے طور پر کہتے ہیں کہ مولوی صاحب! ہم دعائیں مانگ مانگ کر تھک چکے ہیں مگر قبول ہی نہیں ہوتی ہمیں ان دعاؤں کا اثر ہی دکھائی نہیں دیتا حرم مکی و حرم مدنی میں، حطیم میں، طواف کے دوران عرفات کے میدان میں دعائیں مانگیں مگر قبول نہیں ہوئیں، تو اے میرے عزیز دوستو! ہم سوچیں کہ کیا ہماری دعا اور دعا مانگنے کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہے یا نہیں؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگو تو پوری توجہ اور دل جمعی کے ساتھ مانگو چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ادعو الله وانتم موقنون بالاجابة واعلموا ان الله لا یستجیب دعاء من قلب غافل لاهٍ (رواه الترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جب اللہ سے مانگو اور دعا کرو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول کرے گا اور عطا فرمائے گا جان لو اور یاد رکھو کہ اللہ اسکی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل (دعا کے وقت) اللہ تعالیٰ سے غافل اور بے پرواہ ہو۔

اپنی دعا پر یقین اور اللہ پر بھروسہ

حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ دعا کے وقت ہماری پوری توجہ رب العالمین کی ذات پر ہو اور اس ایمان کے ساتھ دعا مانگیں کہ وہ ہماری ہر فریاد اور حاجت دیکھ بھی رہا ہے اور سن بھی رہا ہے اور ہمارے ہاتھ دعا کے بعد نیچے نہیں ہوئے ہونگے اور ہماری دعا قبول ہو چکی ہو گی، ایسا نہ ہو کہ ہم اپنی دعا میں تذبذب کا شکار ہوں کہ پتہ نہیں قبول ہو گی یا نہیں؟ یا ہم قبولیت میں جلدی کریں کہ بعض اوقات بندہ کوئی چیز مانگتا ہے مگر اللہ تعالیٰ بندہ کی حالت کو دیکھتا ہے اور مطلوبہ چیز اس بندے کیلئے فائدہ مند نہیں ہوتی تو عطا نہیں کرتا تو بعض اوقات اُس چیز کا نعم البدل عطا فرماتا ہے، کبھی اُس چیز کے بدلے مصیبت کو ٹال دیتا ہے اور کبھی اس چیز کے کا عوض اجر و ثواب کے طور پر حشر پر موقوف کر دیتا ہے مگر دعا کسی بھی صورت میں رد نہیں

ہوتی اور نہ ہی ضائع ہوتی ہے، اس لئے ہر حالت میں دعا مانگنا چاہیے اور قبولیت کی جلدی اور مایوسی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں جلد بازی اور عجلت طلبی سے منع فرمایا ہے چونکہ دعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت اور ضرورت کیلئے درخواست پیش کرنا ہے اور وہ قادر مطلق ذات پر لازم نہیں کہ انسان کی ہر خواہش پوری کرے۔ بعض اوقات کسی مصلحت کے وجہ سے دعا کا اثر ظاہر طور پر دیکھائی نہیں دیتا، چنانچہ حدیث مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یستجاب لا حدکم مالم یعجل فیقول قد دعوت فلم یستجب لی (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری دعائیں اس وقت تک قابل قبول ہوتی ہے جب تک جلد بازی سے کام نہ لیا جائے (جلد بازی یہ ہے) کہ بندہ کہنے لگے میں نے دعا کی تھی مگر قبول نہیں ہوئی۔

حرام مال کی آمیزش دعا کی قبولیت میں رکاوٹ

محترم سامعین! ہماری دعاؤں کے قبولیت میں ایک بڑی رکاوٹ حرام مال کی آمیزش بھی ہے۔ ہم دعا بڑی دل جمعی اور عاجزی وانکساری کے ساتھ مانگتے ہیں، مانگنے کا طریقہ بھی مسنون ہوتا ہے مگر دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ ہم جو کھا رہے ہیں، جو پہن رہے ہیں اور اسی طرح جس طریقے سے ہم کما رہے ہیں وہ چیزیں حلال راستے سے آرہی ہیں یا حرام؟ اللہ تعالیٰ ہماری حال پر رحم فرمائے، چنانچہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یایهالناس ان الله طیب لا یقبل الا طیباً وان الله امر المؤمنین بما امر به المرسلین فقال: يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (المومنون:۵۱) وقال یایها الذین امنوا کلوا من طیبات مارزقنا کم ثم ذکر الرجل یطیل السفرا شعت اغبر یمد یدیه الی السماء یا رب یا رب و مطعمه حرام ومشربه حرام و ملبسه حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذ لك (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! لوگو اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی قبول کرتا ہے اور اس نے اس بارے میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی اپنے سب مومن بندوں کو دیا ہے، پیغمبروں کیلئے فرمایا: اے رسولو! تم پاک کھاؤ اور حلال غذا اور عمل کرو صالح میں خوب جانتا ہوں تمہارے اعمال۔ اور اہل ایمان کو یوں مخاطب فرمایا: اے ایمان والو! تم ہمارے

رزق میں سے حلال اور طیب کھاؤ (اور حرام سے بچو) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کر کے (کسی مقدس مقام پر) ایسی حالت میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ اور جسم اور کپڑوں پر گرد وغبار ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کے دعا کرتا ہے، اے میرے رب! اے میرے رب! اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام اس کا لباس بھی حرام ہے اور حرام غذا سے اسکی نشونما ہوئی ہے تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

تمام اعمال کی قبولیت کی شرط رزق حلال

میرے عزیز ساتھیو! اسی طرح کی احادیث سے کتابیں بھری پڑی ہیں کہ تمام اعمال کی قبولیت کیلئے شرط رزق حلال ہے آج ہم پیسے کی دوڑ میں آگے نکلنے کی کوشش تو کرتے ہیں مگر اس بات کا احساس نہیں کہ ہماری یہ کوشش اور محنت صحیح طریقے اور حلال ذرائع سے ہے یا نہیں، بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم صرف مسجد کے اندر تو مسلمان ہیں مگر جب اس گیٹ سے باہر قدم رکھتے ہیں تو پھر ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول جاتے ہیں پھر ہماری مرضی ہوتی ہے اور اپنی مرضی کے مطابق کاروبار و تجارت ، دکانداری و زمینداری کرتے ہیں، چاہیے تو یہ تھا کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکی شریعت کو مد نظر رکھیں اور خصوصاً مال کمانے میں حلال ذرائع کا استعمال کریں، اگر ہم حرام سے جان بچائیں تو ہمارے تمام مسائل اور پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔

دعا رب کے ساتھ ایک رابطہ ہے

بہرحال اللہ تعالیٰ نے مومن کیلئے دعا کا دروازہ کھول کر دعا مانگنے اور بار بار مانگنے کا حکم بھی صادر فرمایا تا کہ بندے کا اپنے رب کے ساتھ ہر وقت رابطہ رہے، جب رابطہ رہے گا تو مضبوطی کی طرف جائے گا اور جب اللہ تعالیٰ سے رابطہ مضبوط بن گیا تو پھر یہ ساری دینا اسی بندہ کیلئے مسخر ہوگی اور آخرت میں بھی رب کی رضا نصیب ہوگی۔

محترم سامعین! آج ہم جن گوناگوں قسم قسم کی پریشانیوں اور مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان تمام مسائل کے حل کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، آیئے! اُس ذات اقدس رحیم و کریم ذات کے سامنے اپنی حاجات کو پیش کریں، اُسی سے مانگیں، یقین کے ساتھ مانگیں۔ پھر دیکھیں کہ عطا فرماتا ہے کہ نہیں؟ ہمارے دلوں میں دعا کا اثر اور اہمیت نہیں، اس لئے در در کے محتاج ہیں، دعا کے جو شرائط ہیں رب العزت مجھے اور آپ سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

مولانا شاہ عالم گورکھپوری*

قادیانی فتنے کے نئے زاویے

حالیہ دنوں میں مسلمان جہاں سیاسی مسائل میں گھرے ہوئے ہیں وہیں ان کے ساتھ ایک سیاسی بازی گری یہ بھی ہورہی ہے کہ غیرمسلم اقوام کومسلمانوں کے نام سے بڑھاوا دیا جارہا ہے اورسب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ بسا اوقات نادانستہ طور پر مسلمان ہی اس سازش کا آلہ کار بن رہے ہیں ۔ ہندوستان میں شیعوں کے بعد اب قادیانی ہیں جنھیں سیاسی بازیگروں نے مسلمانوں کی جگہ بٹھانا شروع کردیا ہے؛ چنانچہ باوجود اس کے کہ قادیانیت کے بانی مرزا قادیانی نے اپنی حیات میں اپنے متبعین کومردم شماری کے وقت مسلمانوں سے بالکل الگ ایک مستقل فرقہ کے طور پر شمار کرایا تھا، اس کے بعد بھی کئی مواقع پر قادیانی سرغنوں نے انگریزی دورحکومت میں اپنا شمار مسلمانوں سے الگ کرایا؛ لیکن ملک کی آزادی کے بعد مسلم دشمنی میں کانگریس حکومت نے پہلی بار ۲۰۱۱ء میں قادیانیوں کی مردم شماری مسلمانوں کے ساتھ کرائی اور اب موجودہ حکمراں (بھارتی جنتا پارٹی) کا عزم وارادہ تو یہ لگتا ہے کہ انگریزوں کو جو کام اِن قادیانیوں سے لینا تھا اس میں وہ ناکام رہے، اس کی تکمیل اب موجودہ سیاست داں کریں گے ۔مسلم دشمنی کی یہ کوئی انوکھی مثال یا اسلام دشمن قوتوں کا یہ کوئی انوکھا عزم وارادہ نہیں؛ تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ اگر اب بھی مسلم زعما اور دانشوروں نے اِن زہرآلود پالیسیوں پر روک نہ لگائی تو خاکم بدہن وہ دن دورنہیں کہ جلد ہی قادیانی بھی مسلمانوں کے درمیان بودوباش میں وہی حیثیت اختیار کرلیں گے جو شیعوں کی ہے ۔

مذہبی، سیاسی اورسماجی میدانوں میں ناقابلِ تلافی شکست کھانے کے بعد قادیانیوں نے ایک نئی سازش یہ رچی ہے کہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اسلامی شناخت کے حامل کچھ ایسے افراد اوراداروں کی تشکیل کی ہے جو سیکولرازم اور جمہوریت کی آڑ میں قادیانیوں کے دفاع اور ان کے خصوصی مفادات کے تحفظ کے لیے کام کررہے ہیں، ان اداروں کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ کسی بھی طرح سے قادیانیوں کو اسلام اور مسلمانوں کی صف میں لا کھڑا کریں، اپنے اس ناپاک مشن کی تکمیل کے لیے کبھی کبھی تو وہ اتنی دور کی کوڑی لاتے ہیں

* نائب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت، دارالعلوم دیوبند

کہ مخلص مسلمان بھی ان کی اس سازش کا شکار ہوجایا کرتے ہیں۔ بعد میں جب انھیں قادیانی سازش سے باخبر کیا جاتا ہے تو بعض تو مخلصانہ طور پر نقصان کی تلافی کی فکر کرتے ہیں؛ لیکن بعض اپنی مونچھوں پر سیکولرازم اور دانشوری کا تاؤ چڑھاکر کچھ اس طرح میدان میں اترتے ہیں کہ قادیانیوں نے بھی کبھی نہ سوچا ہوگا کہ ان کے ناپاک مشن کے لیے یہ پاکباز مسلمان اتنے کارگر ہوں گے۔ اعاذ نا الله منه

قادیانیوں کی ایک بہت پرانی کوشش یہ بھی ہے کہ انھیں ''احمدیہ مسلم جماعت'' کے نام سے جانا جائے۔ اگر چہ متفقہ طور پر پوری دنیا کے مسلمانوں نے اور دنیا کی اسلامی یا غیر اسلامی سیکولر چھوٹی بڑی عدالتوں نے بھی ان کے دعویِ اسلام کو مسترد کردیا ہے؛ لیکن دنیا کی تمام اقوام انھیں ''احمدی مسلمان'' سے یاد کریں، ان کی عبادت گاہ '' مرزاڑا'' کے لیے مسجد کا لفظ استعمال کیا جائے۔ ان کے ہر زندیقانہ اور غیر اسلامی عمل پر اسلامی اصطلاحات استعمال کی جائیں۔ اس میں پڑوسی ملک کی بعض نیوز ایجنسیاں بھی اسی کو جمہوریت کے نام پر اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئی ہیں اور دیگر ممالک کو اس طرح خبریں سپلائی کرتی ہیں کہ گویا وہ مسلمانوں کی ہمدرد ہیں یا مطلق غیر جانب دار خبر رساں ایجنسی ہیں؛ حالانکہ صورت حال بالکل اس کے برعکس ہے، ان ایجنسیوں کے قیام کے پیچھے اول دن سے قادیانی ہیں جو ان کو اپنے مفاد میں گاہے گاہے استعمال کرتے ہیں یا پھر یہ کہ یہ ایجنسیاں قادیانیت زدہ ہیں جو ان کے مفاد میں استعمال ہونے ہی کو جمہوریت کا اعلی معیار سمجھ رہی ہیں۔

الحمد للہ علمائے اسلام اور بالخصوص اکابر دار العلوم دیوبند نے اپنی سعی پیہم سے جس طرح انگریزی حکومت کی منصوبہ بندیوں کو ناکام بنادیا، قادیانی منصوبوں کو بھی اس طرح خاک میں ملا دیا کہ ۱۸۸۹ء سے جنوری ۲۰۱۷ تک ایک سو اٹھائیس سال سے زائد عرصہ گذرنے کے بعد بھی سوائے چند زرخرید مسلم صحافیوں اور دانشوروں کے کوئی شخص ان کو قادیانی کے بجائے احمدی نہیں کہتا؛ بلکہ اسلام دشمن اقوام کی تو بات ہی جانے دیجئے؛ حقیقت سے واقفیت کے بعد دنیا کی تمام اقوام، عیسائی، ہندو، سکھ، آریہ پنڈت وغیرہ دیگر مذاہب کے لوگوں نے بھی شروع سے آج تک ان کو'' قادیانی'' کے لفظ سے ہی یاد کیا اور لکھا ہے۔ قادیانی نسبت سے پیچھا چھڑانے کے لیے انھوں نے اسلام دشمن طاقتوں کی ساری طاقتیں بھی جھونک دیں مگر ان کے چیف گرو مرزا قادیانی کے مولد و مرگھٹ '' قادیان'' کی جانب ان کی نسبت ان کے گلے کا اس طرح طوق بن گئی ہے کہ اب چھڑائے سے کسی بھی طرح نہیں چھوٹتی۔

فتنوں کی دنیا کا ایک عجیب معمہ ہے کہ ایک طرف مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں '' قادیان'' کو دنیا کی سب سے بدترین جگہ بتائی اور اس کے باشندوں کو حد درجہ ناپاک اور پلید قرار دیا؛ مگر

اس کے پیروکار، قادیان کو دنیا کی مقدس ترین جگہ منواتے پھرتے اور اس کی تقدیس کے ترانے گاتے ہیں؛ لیکن اس سے بھی زیادہ حیرتناک یہ بات ہے کہ اس کی جانب نسبت کو اپنے لیے اتنا ہی برا سمجھتے ہیں کہ جتنا اس کا حق ہے، یعنی نہ انھیں مرزا قادیانی کے فیصلے پر قرار ہے اور نہ اپنے فیصلے پر فیاللعجب !علمائے اسلام نے اس موضوع پر کچھ کتابیں بھی لکھی ہیں اور اخیر میں شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحم اللہ علیہ کے فتاوی نے تو دستاویزی حیثیت حاصل کر لی ہے شائقین اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

حالیہ دنوں میں قادیانیوں نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں مداخلت کی کوشش کررہے ہیں، ان کے گماشتے اخباری نمائندوں اور کیمرہ مین کی شکل میں بظاہر غیر جانب دار نظر آتے ہیں؛ لیکن اندرونِ خانہ پورے طور پر قادیانی مفادات کا دفاع اور تحفظ کرنے میں سرگرم عمل ہوتے ہیں۔ ایسے فتنہ پرور بھی قادیانیوں کے لیے لفظ احمدی ہی استعمال کرتے ہیں؛ تاکہ ان کے دوسرے ہم پیشہ لوگ بھی اس لفظ کا استعمال کثرت سے کرنے لگیں۔ان کا ایک خطرناک عمل یہ ہوتا ہے کہ ان کی خبروں کا ہر کوریج قادیانی دنیا کے لیے ہوتا ہے اور خالص اس مفاد کا عکاس ہوتا ہے کہ قادیانیت کی جال میں پھنسے لوگ، مسلمانوں کے درمیان اپنے گماشتوں کو پاکر خود کو قادیانیت کا فریب خوردہ نہ سمجھیں گے بلکہ ارتداد کا شکار ہونے کے باوجود عام مسلمانوں کی طرح خود کو مسلمان ہی سمجھیں گے اور دوسرا نقصان دہ پہلو یہ بھی ہے کہ ان کی ترسیلی خبروں کا ہر زاویہ ایسا ہوتا ہے جس کی تہوں میں خالص اسلام دشمنی پوشیدہ ہوتی ہے۔اس سے براہِ راست قادیانی سرغنے اپنے قلعوں میں بیٹھے اسلام اور مسلمانوں پر مزید حملے جاری رکھنے کے امکانی راستے تجویز کرتے رہتے ہیں۔خبروں کا مفید و موثر وہ زاویہ قادیانیوں یا قادیانی سرغنوں تک کبھی نہیں پہنچتا کہ جس میں اسلام اور مسلمانوں کی خوبیاں ہوتی ہیں کہ مبادا کچھ لوگ اس سے موثر ہوکر قادیانیت پر چار حرف بھیج کر حلقہ بگوش اسلام نہ ہوجائیں، جیسا کہ حسن محمود عودا، شیخ راحیل جرمنی، محمد رضوان اور بہت سے نیک دل لوگوں نے قادیانیت کا سارا تانا بانا بکھیر کر اسلام قبول کرلیا تھا۔

اس سے بھی بڑھ کر خطرناک ایک نئی سازش قادیانیوں نے یہ رچی ہے کہ رواں مہینے میں ابوظہبی میں منعقد ہونے والی تعزیز السلم فی المجتمع المسلم کے نام سے ایک کانفرنس بین الاقوامی سطح پر منعقد ہوئی، جس کی قیادت ایک سعودی شیخ عبداللہ بن بیہ نے کی ہے، اس میں بڑی خاموشی سے خدا معلوم کس طرح امریکہ سے اور پاکستان سے قادیانیوں کے دو گماشتوں نے شرکت کی، عام شیوخ کی صفوں میں بالکل ایک کنارے وہ بھی بیٹھے نظر آرہے ہیں کہ گویا وہ بھی اس اجلاس کے اہم مندوب اور مدعو ہیں،

عربوں کے درمیان کہ جواردو سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں قادیانیوں نے اپنے نشست و برخاست کی خود ہی وڈیو بنائی اور اجلاس میں اپنی اچھل کود کو قادیانی چینلوں پر خوب نشر کیا اور تاثر یہ دیا کہ (نعوذ باللہ) پہلی مرتبہ امریکہ کے دباو میں آ کر عربوں نے بحیثیت مسلمان، قادیانیوں کو اپنے اس پروگرام میں شرکت کو قبول کیا ہے اور قادیانی گماشتے صرف اسی شرط پر شریک ہورہے ہیں کہ انھیں بحیثیت مسلمان پروگرام میں شامل کیا جارہا ہے۔ نیز یہ کہ ربوہ ٹائمز (قادیانیوں کا پاکستانی چینل) اس کو مکمل کور کررہا ہے۔

ہمارے قارئین کو ایک بار پھر حیرت ہوگی کہ اس کی خبر عام مسلمانوں کو اس وقت لگی جب ایک شیعہ چینل نے عرب دشمنی میں اپنی خبریں نشر کرتے ہوئے shiitenews.org پر خبر کا عنوان یہ لگایا کہ ''سعودی مفتی نے قادیانیوں کو مسلم قرار دیدیا۔ پاکستانی دیوبندی کہاں کھڑے ہوں گے؟ عبداللہ بن بیہ سعودی عرب کی کنگ عبداللہ یونیورسٹی قرآن کے استاد ہیں اور سلفیوں کے عالمی رہنما ہیں۔''

تصویروں میں شیخ عبداللہ بن بیہ کے ساتھ مصری اور کویتی اور دیگر عرب امارات کے بڑے بڑے علما نمایاں نظر آرہے ہیں؛ جبکہ بعض تصاویر میں قادیانی گماشتوں کو نمایاں طور پر دکھایا جارہا ہے۔ قادیانی چینل پر یہ نمایاں خبر دی جارہی ہے کہ "SAUDIS & UAE INVITE AHMADIS TO WORLD MUSLIM CONFERENCE" یعنی سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے احمدیوں کو عالمی مسلم کانفرنس کیلئے مدعو کیا ہے۔ اس عنوان کے پیچھے نمایاں طور پر شیخ عبداللہ بن بیہ اور دیگر عرب زعما کو دکھایا جارہا ہے۔

خبر کو ریج کرتے وقت ویڈیو میں قادیانی گماشتہ اپنا تعارف کراتے ہوئے کہتا ہے کہ میں ربوہ ٹائمز کا نمائندہ ہوں، میں ابھی ابوظہبی میں انٹرنیشنل اسلامک کانفرنس میں شریک ہوں۔ اس کا موضوع ہے ''اسلامی ممالک میں امن کیسے لایا جاسکے؟ دوسرے دن کا سکینڈ لاسٹ سیشن ہورہا ہے۔ اس میں خوش آئند بات یہ ہے کہ جتنے بھی مسلم کیمونیٹیز ہیں، ان میں شیعہ مسلمان اور احمدی مسلمان، سب کو دعوت دی گئی ہے۔ پچھلے مقرر نے اپنے خطاب میں کہا کہ تکفیر مسلمانوں کے مابین نہیں ہونی چاہیے۔ اس کانفرنس میں مختلف ممالک سے کافی تعداد میں لوگ آئے ہیں، ایران سے عراق سے ہیں، سنی مسلمانوں کے مابین مختلف طبقات کے لوگ ہیں، اس میں شیعہ مسلمان ہیں، احمدی مسلمان جو ہیں وہ بھی پہلی دفعہ اس انٹرنیشنل اسلامک کانفرنس میں شریک ہوئے ہیں۔''

ان خبروں کے نیچے لکھا گیا ہے "Rabwah Times: Ahmadiyya Muslims invited to 'peace in Muslim Societies' Conference in Abu Dhabi" یعنی قادیانیوں کو ابوظہبی کے اس بین الاقوامی مسلم کانفرنس میں مدعو کیا گیا ہے۔

ناظرین! چینل کی پوری خبر کو من وعن نقل کرنے کا کوئی حاصل بھی نہیں، بنیادی باتوں کو راقم سطور نے نقل کردیا ہے۔اس سے نتیجہ آپ خود نکال سکتے ہیں اور اپنی غیرت ایمانی کو مہمیز دے سکتے ہیں کہ قادیانی فتنہ پروروں نے مسلمانوں کی صفوں میں کس طرح مداخلت شروع کردی ہے اور مسلمانوں کو مستقبل میں اس کے کس قدر خطرناک عواقب سے دوچار ہونا پڑسکتا ہے۔

ان خبروں سے کئی طرح کے سوالات اٹھتے ہیں۔ قادیانی گماشتوں کو بارہا چیلنج کیا گیا کہ وہ دعوت نامہ پیش کرو جو تمھیں جاری کیا گیا ہے اور تمھیں تمہاری شرط کے موافق دعوت دی گئی ہے؟ لیکن دعوت نامہ پیش کرنا، ان کے بس میں نہیں۔اس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ ’’پس پردہ کوئی چھپا سامری ہے‘‘ دعوت نامہ پیش کرتے ہی ان کی ساری منصوبہ بندی کے خاک میں ملنے کا انھیں بھی اندیشہ ہے؛ اس لیے وہ ہر ذلت برداشت کریں گے؛ مگر اپنے دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لیے اپنا دعوت نامہ پیش نہیں کریں گے۔اگر امریکہ بہادر کے دباو میں آکر عرب شیوخ نے ان کو دعوت دی ہے تو کھل کر میدان میں آنے سے ان کا خون پسینہ کیوں خشک ہوجاتا ہے؟

بات یہ ہے کہ قادیانیوں نے رابطہ عالم اسلامی کی تکفیری قرارداد کو بے اثر و باطل بنانے کے لیے پوری دنیا میں ایک مہم چھیڑ رکھی ہے۔دھوکہ دے کر اسلام دشمن طاقتوں کی جاسوسی کے لیے مسلمانوں کے نام پر حج وعمرے کا سفر بھی کرتے ہیں، چوری چھپے ملازمت کے بہانے عربوں کے درمیان جگہ جگہ اپنے اڈے قائم کررکھے ہیں؛ لیکن دین اسلام کی حفاظت کا وعدہ اللہ رب العزت نے کررکھا ہے؛ اس لیے ہمیں یقین کامل ہے کہ وہ ہمیشہ ہی اپنے مکر میں ناکام رہیں گے۔ یہاں بھی عین ممکن ہے کہ پروگرام کے منتظمین کی غفلت کا فائدہ اٹھا کر قادیانی خود ہی کیمرہ مین بن کر یا اپنی خبر رساں ایجنسیوں کے بہانے سے بغیر کسی دعوت کے آ شریک ہوئے ہوں اور فریب خوردہ قادیانیوں کی تسلی کے لیے چوری چھپے کچھ خبروں کا سرقہ کرلیا ہو اور اسی کو رائی کا پہاڑ بنا کر پیش کررہے ہیں اور اپنے بھائی شیعوں کی مدد سے خود کو مسلمان باور کرانے کی لاحاصل کوشش میں لگے ہیں۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ قادیانیوں نے جو بین الاقوامی ایجنسیاں اور ادارے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے قائم کیے ہوئے ہیں، یہ ان کی کارستانی ہو کہ عربوں کو دھوکے میں رکھ کر یہ کارنامہ دیا جارہا ہو۔

علاوہ ازیں یہ بھی تو دیکھیے کہ بڑی کانفرنسوں میں طرح طرح کی خدمات کی بجاآوری کے لیے طرح طرح کے لوگ شریک ہوتے ہیں، کوئی الیکٹریشین، کوئی خاکروب، کوئی میڈیا انچارج، کوئی نمائندہ، کوئی کیمرہ مین اور کوئی باضابطہ مندوب ہوتا ہے، اس میں بنیادی مندوبین کے علاوہ بہت سے خدام

غیر مذاہب سے وابستہ ہوتے ہیں، کوئی نصرانی کوئی شیعہ کوئی ہندواور نہ معلوم کس کس قوم و مذہب سے ہوتا ہے؛ لیکن محض شرکت یا خدمت کو کوئی شخص اپنے مذہب یا خیالات کی حقانیت پر دلیل نہیں بناتا۔ کیا پتہ کہ قادیانی گماشتوں نے کسی اور نام اور کام سے اس پروگرام میں شرکت کی ہو؛ لیکن ان کی زہریلی پالیسی دیکھیے کہ تمام اقوام کے فکر ومزاج سے ہٹ کر وہ اپنی ایک الگ امیج بنارہے ہیں اور اپنے بیوقوفوں کو یہ باور کرارہے ہیں کہ بحیثیت مسلمان پروگرام میں شریک ہیں۔اس میں قابلِ توجہ پہلو یہ ہے کہ قادیانیت کا یہی وہ زہریلا مزاج ہے جس کے سبب دنیا کی کوئی کمزور سے کمزور قوم بھی ان کو اپنے درمیان جگہ دینے کے لیے تیار نہیں، جیسا کہ آج تک یہودیوں کو کسی قوم نے اپنے درمیان جگہ نہیں دی۔

بہر کیف قادیانیوں کی زبان بندی کے لیے ہمارے پاس بے شمار دلائل وقرائن موجود ہیں، لیکن اس حادثہ کی وجہ سے اٹھتے سوالات کا جائزہ لینا ہمارا دینی اور ایمانی فریضہ ہے اور وہ یہ ہے:

(۱) قادیانیوں کی مکروہ پالیسی سے بطور خاص ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ قادیانی فریب کاریوں کے سلسلے میں عربوں کو اپنے ماضی کی تاریخ کو دیکھنے اور پڑھنے کی ضرورت ہے۔ماضی میں کس کس طرح اور کس کس وقت قادیانیوں نے مصر، عراق، اردن، فلسطین اور خود سعودی عرب میں گھس پیٹھ بنائی اور کس قدر نقصان عالمِ اسلام کو پہنچایا ہے، الامان والحفیظ! ایک صدی پر محیط اگر یہ طویل تاریخ عربوں کی نظر میں ہوتی، شاید تو آج یہ حادثہ رونما نہ ہوتا اور قادیانی فریب کار عربوں کے گرد پھٹکنے کی بھی جرت نہ کرپاتے۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دہلی میں موجود عرب سفارت خانے اس کا نوٹس لیتے اور قادیانیوں کا منہ توڑ جواب دیتے؛ لیکن لگتا ہے کہ شاید ابھی انھیں خبر بھی نہیں ہے۔اے کاش! اہل پروگرام تک پہنچ رکھنے والا کوئی ہمدرد قادیانیوں کے اس پروپیگنڈے سے انھیں واقف کرادیتا اور وہ اس کے خطرناک عواقب نتائج کو بھانپ کر قادیانی منصوبوں کو خاک میں ملادیتے۔

(۲) مسلمانوں کی جانب سے علاقائی یا بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد ہورہی ہوں جن میں بطور خاص اسلام اور ایمان زیر بحث ہو تو ایسی کانفرنسوں میں چوکسی برتنے کی ضرورت ہے کہ قادیانی اپنی قائم کردہ ایجنسیوں کے سہارے اپنے سازشی منصوبوں کو پورا نہ کرنے پائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری غفلت کا فائدہ اٹھا کر اپنی ارتدادی سرگرمیوں کے لیے ہماری کانفرنسوں کو دلیل بنائیں اور ہمیں خبر بھی نہ ہو، جیسا کہ مذکورہ واقعہ

میں دیکھا جارہا ہے۔

(۳) قادیانی سازشوں کے تناظر میں پرنٹ میڈیااور الیکٹرانک میڈیا سے جڑے مسلمانوں اور مسلم نمائندوں کو بطور خاص یہ خیال رکھنا ہوگا کہ وہ قادیانیوں کے لیے ''احمدی'' لفظ کا استعمال نہ کریں؛ کیوں کہ اس سے نہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کی سخت دل آزاری ہوتی ہے؛ بلکہ اس مکروہ سیاست کی آڑ میں مسلمانوں کی سخت حق تلفی بھی ہوتی ہے، اس تعبیر سے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر غیر مسلم اقوام ان کو مسلمان سمجھ بیٹھتی ہیں، جس کا نقصان دیر سویر مسلمانوں ہی کو بھگتنا پڑے گا؛ جبکہ قادیانی اپنے ناپاک اور کفریہ خیالات کی وجہ سے نہ کبھی مسلمان تھے اور نہ کبھی آئندہ ہوسکتے ہیں۔ایسی خبروں کو قادیانی فوری طور پر حاصل کرتے ہیں، جن میں ان کے لیے لفظ احمدی کا استعمال ہوتا ہے یا ان کے مرزاڑے (عبادت گاہ) کے لیے مسجد کی اصطلاح کا یا اور کسی اسلامی اصطلاح کا استعمال ہوتا ہے۔

(۴) یہ ہندوستان، پاکستان یا صرف عربوں کا مسئلہ نہیں اور نہ ایسا مسئلہ ہے کہ کسی نے ان کو اسلام سے نکالا ہے؛ بلکہ ان کے کفریہ و زندیقانہ خیالات کے واضح ہوجانے کے بعد شروع سے ہی دنیا بھر کے مسلمانوں نے ان کو اسلام دشمن قوتوں کا آلہ کار اور اسلام سے خارج مانا ہے اور گاہے بگاہے قادیانی خود بھی ان حقائق کا اعتراف کرتے رہے ہیں؛لیکن پھر بھی قادیانیوں کی اس ناجائز سیاست کی سرپرستی اعلانیہ طور پر برطانیہ، امریکہ اور اسرائیل جیسی جرائم پیشہ اقوام پوری ڈھٹائی کے ساتھ کررہی ہیں، اس تناظر میں صاف ستھرے نظام کے حامل اردو یا ہندی ہندوستانی میڈیا کو اس کا حصہ نہیں بننا چاہیے۔

حالیہ دنوں میں دیکھا یہ جارہا ہے کہ بعض اردو اخبارات نے ایجنسیوں سے خبر لینے کی وجہ سے ایسی خبروں کو اپنی اشاعت میں جگہ دی ہے، جن میں قادیانیوں کیلئے احمدی کا لفظ خوب استعمال کیا گیا ہے، اسی طرح واقعات کو بھی قادیانی مزعومات کے مطابق نشر کیا گیا ہے؛ جبکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ حقائق وہ نہیں ہیں جو ایجنسیوں نے ذرائعِ ابلاغ کو ترسیل کی ہیں، ایسے موقع سے مخلص مسلمانوں کو چاہیے کہ جس اخبار کو وہ خرید کر پڑھتے ہیں، اگر ان میں اس طرح کی تعبیرات پائی جائیں تو وہ فوراً اس پر احتجاج درج کرائیں؛ بلکہ ایمانی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے اخبارات کو ہاتھ نہ لگائیں (بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم مارچ 2017)

قاری محمد سفیان پشاوری*

علم جینیات کا مصور اول

گریگر مینڈل Gregor Mendel یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم a کی بعثت کا مقصد انسان کو راہ آخرت دکھانا ہے کہ انسان اپنے خالق کے ساتھ تعلق جوڑے، دنیاوی ترقیاتی امور کے ساتھ کوئی سروکار نہیں تھا۔ آپ a خود فرماتے ہیں "انتم اعلم بامور دنیا کم" یہ اس لیے کہ دنیاوی کاموں کا تعلق عقل، تجربہ اور مشاہدہ کے ساتھ ہے لیکن پھر بھی آپ a نے بعض ایسی باتیں ارشاد فرمائی ہیں جن سے ہر میدان کے لوگ استفادہ کر سکتے ہیں اور ان کے لیے مشعل راہ ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے پھر انہی باتوں اور نظریات کی نسبت کسی اور کی طرف کر دی جاتی ہے۔ یہ صحیح دینی معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ میں ایک ایسی ہی حقیقت ظاہر کرنا چاہتا ہوں، جس کا شاید خال خال کسی کو علم ہو۔ میرا مقصد آپ a کو کسی دنیاوی میدان میں ایک ماہر کی حیثیت سے ظاہر کرنا نہیں بلکہ ایک حقیقت بتانا مقصود ہے۔

جینیات genetics سائنس کا ایک وسیع میدان ہے۔ اس کا موضوع جین "gene" ہے جو کہ نسلی توریث کی ایک اکائی ہے جو D.N.A یا R.N.A پر ہوتی ہے۔ بچے بہت سے امور میں والدین کیساتھ مشابہت رکھتے ہیں اور بعض امور میں والدین سے اور خود ایک دوسرے سے بھی مختلف ہوتے ہیں مشابہت کو heredity اور اختلاف کو variation کہتے ہیں۔ یہ مشابہت وعدم مشابہت کا، کام جین سرانجام دیتا ہے تو جینیات genetics اس جین gene کے متعلق معلومات فراہم کرتی ہے۔ یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ مشابہت heredity کے ذریعے نسلوں کی حفاظت فرماتا ہے اور اختلاف variation میں اور بہت سی حکمتیں چھپا رکھی ہیں کہ پہچان مشکل نہ ہو اور اغراض و مقاصد پورے ہوں اسی وجہ سے کلوننگ cloning (ایک ایسا مصنوعی عمل جس کے ذریعے کلون clon (پیدا ہونے والا بچہ) اپنے ایک اصل one parent کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے بلکہ کلاً مشابہت رکھتا ہے) بھی ناجائز ہے۔

* ابن مفتی ذاکر حسن نعمانی، جامعہ عثمانیہ پشاور

جینیات کا آغاز کب ہوا اور اسکا ابتدائی تصور کس نے دیا؟۔مضمون کا تعلق اس سے ہے۔ سائنس کی کتابوں میں اسکے ابتدائی تاریخ 1900 ہے اور بانی وموجد گریگر مینڈل Gregor (1822....1884) Mendel ہے جبکہ صحیح بخاری کے ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جینیات کا ابتدائی تصور آپ a نے دیا ہے۔اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مینڈل کے کام کی کچھ وضاحت کروں۔

گریگ مینڈل:

مینڈل 22 جولائی 1822 کو جمہوریہ چیک Czech Republic (وسطی یورپ کی ایک سابقہ ریاست) میں پیدا ہوئے۔آسٹریا گئے اور وہاں چرچ میں راہب ہوگئے۔مینڈل اسی چرچ میں جینیات پر کام کرنے کے لیے مٹر کے مختلف پودوں کو ایک ساتھ ملاتے اور پھر ایک نظریہ پیش کرتے۔مینڈل نے قدیم ماہر جینیات geneticists کے لیے پیش رو کی حیثیت سے راہ ہموار کی۔1856 سے لے کر 1863 تک مینڈل نے 28000 مٹر کے درخت اگائے اور اس پر تجربات کیے۔مینڈل نے ان تجربوں میں سات خصوصیات کا مطالعہ کیا۔ہر تجربہ میں ایک خصوصیت کا مطالعہ کرتے کہ اصل پودا کیسا ہے اور اس سے پیدا ہونے والا پودا کیسا ہے۔اس نے ان تجربات پر پہلا لیکچر 1856 میں دیا اور 1866 میں اپنا ایک مقالہ Experiment on pea plant hybridization مختلف النوع والنسل پودوں اور حیوانات کے اختلاط سے نئی نوع بنانا شائع کیا۔اس کے تجربات نے قانون توریث Law of heredity کو جنم دیا۔مینڈل کی بدقسمتی تھی کہ اس کا کام 1900 تک پُراثر نہ رہا اور نظرانداز کیا جاتا رہا۔اس کی کئی وجوہات ہیں لیکن ان کا ذکر مفید نہیں۔اسلئے کہا جاتا ہے کہ جینیات genetics کا آغاز 1900 میں ہوا ورنہ قانون توریث Law of heredity 1865 میں وجود میں آیا تھا۔

مینڈل نے کن خصوصیات کا مطالعہ کیا:

مینڈل نے مٹر کے پودے pea plant میں سات مختلف خصوصیات کا مطالعہ کیا۔دو مختلف پودے لیتے، ان کا ملاپ کرتے اور پھر پیدا ہونے والوں میں دیکھتے کہ اس میں کون سے پودے کی خصوصیت منتقل ہوئی ہے۔مینڈل نے ہر بار دیکھا کہ صرف ایک پودے کی خصوصیت منتقل ہوتی ہے۔پھر پہلی پیڑھی/نسل کو ساتھ ملاتے تو دوسری پیڑھی/نسل genration میں دوسرے پودے کی خصوصیت بھی ظاہر ہو جاتی تھی۔ پہلی پیڑھی میں جو خصوصیت ظاہر ہوتی اس کو مینڈل نے غالب خصوصیت Dominant trait کہا (کیونکہ اس نے دوسرے کو مغلوب کیا اور خود ظاہر ہوا) اور جو خصوصیت دوسری پیڑھی میں ظاہر ہوئی اس کو پیچھے ہٹتا ہوا Recessive trait کہا۔ وہ سات خصوصیات درجہ ذیل ہیں:

۱: پہلے مینڈل نے مٹر کے گول Spherical تخم کیساتھ جھری Wrinkle تخم کو ملایا تو اس سے حاصل شدہ تخم گول spherical تھے پھر انکو آپس میں ملایا یعنی پہلی پیڑھی کے تخموں کو آپس میں ملایا تو حاصل شدہ میں جھری تخم بھی حاصل ہوا مینڈل نے گول تخم کو مٹر میں غالب خصوصیت Dominant trait کہا اور جھری تخم کو پیچھے ہٹتا ہوا (مغلوب) Recessive trait کہا جیسا کہ بیالوجی کے کتاب صفحہ 195 پر ہے۔ دوسری جگہ اسی صفحہ پر ہے۔

He suppesed round seed shape as deminant trait.The character that appeared in F1 (First filial) was called the dominant character, while hidden character that made its appearence in F2 was known as recessive character.

۲: دوسری خصوصیت اس نے مٹر کے تخموں میں رنگ چنے۔ ایک سبز green دوسرا زرد yellow تخم لیا۔ پہلی پیڑھی میں سارے تخم زرد تھے پھر ان کو ملایا تو دوسری پیڑھی/نسل ہیں سبز بھی پیدا ہوئے۔ ان میں زرد کو غالب وسبز کو مغلوب خصوصیت کہا۔

۳: وہ مٹر جس کی پھلی pod ابھری ہوئی (inflate) تھی اور دوسری پھلی جو بھینچی (constricted) تھی ان کو ملایا تو وہ مٹر حاصل ہوئے جن کی پھلی ابھری ہوئی ہو پھر دوسری نسل میں بھینچی ہوئی بھی حاصل ہوئی، تو مینڈل نے ابھری ہوئی inflate کو غالب اور دوسرے کو مغلوب خصوصیت کہا۔

۴: وہ مٹر جس کے پھلی کا رنگ سبز Green pod تھا اور وہ مٹر جس کا زرد Yellow pod ان کو ملایا وہی غالب اور مغلوب کا نتیجہ آیا۔

۵: وہ مٹر جس کے پھول کا رنگ ارغوانی Purple تھا اور وہ مٹر جس کے پھول کا رنگ سفید white تھا ان کو ملایا تو وہی غالب ومغلوب کا نتیجہ تھا اور پھر پہلی پیڑھی کو ملایا تو مغلوب وہاں ظاہر ہوا۔

۶: پھولوں کی جگہ (Flower position) یعنی مٹر کا وہ درخت جس پر پھول محوری Axial ہو اور وہ جس پر اوپر Terminal کی طرف ان کو ملایا۔

۷: وہ مٹر جس کے درخت اونچے Tall تھے اور وہ جن کے درخت چھوٹے Dwarf تھے ان کو ملایا۔

مینڈل یہ تجربات کرتا رہا اور غالب اور مغلوب کی صفات وخصوصیات سامنے آتی رہیں۔ مینڈل نے اس توریث کا سبب ایک اثر انگیز عنصر (Element) یا عامل (Fector) قرار دیا جسے 1909 عیسوی میں مینڈل کے بعد جوہانسن (Johannson) نے جین قرار دیا۔ مینڈل کے مطابق ہر اصل نر ومادہ (Male parent and femal parent) میں اثر انگیز عنصر (جین) کا جوڑا ہوتا ہے۔

نر ومادہ میں سے ہر ایک جوڑے میں سے صرف ایک اثر انگیز عنصر کو بچے کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

مینڈل نے کام کیا لیکن توریث کا کوئی قانون نہیں بنا سکے۔ جنہوں نے مینڈل کے کام کو دوبارہ دریافت کیا (چونکہ 1966 سے لے کر 1900 تک مینڈل کا کام چھپا رہا) انہوں نے مینڈل کے کام کو دیکھتے ہوئے تین قانون Law بنائے۔

(ا) قانون تسلط Law of Dominance (۲) قانون انفصال Law of segregation

(۳) قانون قسم بندی Law of independent assortment

(ا) قانون تسلط (Law of Dominance)

بیالوجی کی کتاب میں ہے:

According to the law of dominance, different characters are controlled by units called factors, factor occur in pairs, of a pair, one facter dominates the other.

اس قانون کے مطابق، مختلف خصوصیات اکائیوں کے ذریعے کنٹرول کی جاتی ہیں جنہیں اثر انگیز عناصر کہتے ہیں۔ اثر انگیز عناصر جوڑوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ جوڑے میں ایک اثر انگیز عنصر دوسرے پر غالب آجاتا ہے۔

(۲) قانون انفصال (Law of segregation)

In a heterozygote the dominant and recessive allele remain togather without mixing with each other. The allele separate or segregate from each other during gametogenesis, so that gamente recieves only one allele, either dominant or recessive.

مختلف النسب جفتہ (نر و مادہ کے ملاپ کے بعد تولیدی مادوں سے جو مختلف النسب جفتہ بنتا ہے اسے Heterozygote کہتے ہے۔ اسی جفتہ کی پھر تقسیم شروع ہو جاتی ہے جسے آگے بڑھ کر انسان بنتا ہے) اگر انسان مکمل ہو جائے تو اسے قرآن نے مخلقہ فرمایا ہے اور اگر اسقاط حمل کی صورت میں باہر آجائے تو اسے غیر مخلقہ فرمایا ہے یا اگر صحیح سالم انسان بن جائے تو مخلقہ اور اگر نقصان کیساتھ پیدا ہو تو غیر مخلقہ ہے، (معارف القرآن) جین کی غالب و مغلوب ہولی (وہ صورت جس پر جین ہوتا ہے) ایک دوسرے کے ساتھ بغیر ملے رہتی ہے۔ پھر جب یہ ہولیاں (D.N.A پر لاتعداد جین ہوتے ہیں لیکن جو حصہ جین کا برسرِ عمل رہتا ہے انسان میں کسی خصوصیت کو ظاہر کرتا ہے تو اس حصے کو Allele کہتے ہیں) بالغ تولیدی خلیوں میں تبدیل ہونے کے دوران ایک دوسرے سے جدا ہو جاتی ہیں تو ہر ایک خلیہ gamete ایک ہولی حاصل کرتا ہے غالب یا مغلوب (یعنی نر مادہ میں جس کی خصوصیت بچے میں ظاہر ہو وہی ہولی غالب ہوتی ہے)

(۳) قانون قسم بندی (Law of independent assortment)

Two pairs of contrasting traits when followed in a cross, The alleles of one

pair assort independently wiht the alleles of other pair.

مختلف خصوصیات کے دو جوڑوں کا جب آپس میں ملاپ ہوتا ہے تو ہر جوڑے میں ایک ہولی دوسرے جوڑے کی ایک ہولی کے ساتھ قسم بندی یا گروہ بندی قائم کرتا ہے (یعنی ہر جوڑے میں سے ایک ہولی آتی ہے)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک ہولی (Allele) میں یہ اہلیت ہے کہ پیدا ہونے والے بچوں میں اپنے آپ کو ظاہر کردے، ظاہر ہونے والے کو غالب کہتے ہے اور دوسرے کو مغلوب۔

مینڈل کے قانون توریث سے استثناء:

مینڈل نے توریث (Inheritance) میں صرف ایک تعلق دیکھا، غالب ومغلوب کا، کہ پیدا ہونے والے میں صرف ایک اصل(parent) کی خصوصیات ہوتی تھیں دوسرا مکمل مغلوب ہوتا تھا۔ بعد کے سائنس دانوں نے چار قسم کے تعلقات دریافت کیے۔ یہ چار اس لیے دریافت ہوئے کہ جو جین جس خصوصیت کے لیے کوشش کرتا ہے دوسرا اس کے خلاف کوشش کرتا ہے۔ مثلاً ماں کی آنکھیں کالی ہیں اور باپ کی نیلی، تو جو جین آنکھوں کی رنگت پیدا کرتا ہے، باپ کا جین کوشش کرتا ہے کے بچے کی آنکھیں نیلی ہوں اور ماں کا جین کوشش کرتا ہے کہ کالی ہوں، اگر بچے کی آنکھیں نیلی ہوں تو یہ مکمل غالبیت (Complete Dominace) ہیں۔ کیونکہ ماں کی کالی آنکھوں کا اثر ظاہر نہ ہوا۔ مینڈل نے صرف یہ تعلق دیکھا۔ بعد کے سائنسدانوں نے تین اور تعلقات دریافت کیے تو کل چار تعلقات بن گئیں۔

(۱) مکمل غالبیت (Complete Dominace) (۲) نامکمل غالبیت (Incomplete Dominace)

(۳) برابر غلبہ (Co Dominace) (۴) بہت زیادہ غلبہ (Over Dominace)

ا: مکمل غالبیت کا ذکر گزر چکا۔

(۲) نامکمل غالبیت:

جب نر و مادہ میں سے کوئی ہولی بھی اپنے آپ کو مکمل ظاہر نہ کرے بلکہ دونوں اپنی خصوصیت ظاہر کریں۔ یہ خصوصیت کارل ڈی کورین Corl D Correne نے 1899 عیسوی میں ایک پھول پر تجربہ کرتے وقت دریافت کیا۔ اس نے سرخ و سفید پھول لیے انکو ملایا تو حاصل شدہ پھول کا رنگ گلابی تھا جو سرخ و سفید کا مجموعہ ہے۔

(۳) برابر کا غلبہ

جب ہر ایک ہولی اپنے آپ کو مکمل ظاہر کرے تو پیدا ہونے والے بچے کے باپ کا مثلاً بلڈ

گروپ A ہے اور ماں کا B اور بچے کا AB ہو تو دونوں کی مکمل خصوصیات ظاہر ہوں۔

(۴) **بہت زیادہ غلبہ**

جب بچے کی ظاہری حالت ماں باپ میں جو غالب ہو اس سے بھی بڑھ جائے مثلاً شوہر کا قد بیوی سے بڑا ہے اور بچہ باپ سے قد میں بڑھ جائے یا ماں کا رنگ گورا ہے لیکن بچہ اس سے بھی زیادہ گورا ہے۔

یہ تو مینڈل کے جینیات سے متعلق تجربات اور اس کے بعد والے سائنسدانوں کے عملی تجربات کا تذکرہ اور وضاحت تھی، اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ آیا مینڈل کو جینیات کا موجد اور مصور اول کہنا درست ہے یا نہیں۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے۔

عن أبی هريرةؓ ان رسول اللّٰه ﷺ جاء ہ أعرابی فقال یا رسول اللّٰه! اِن اِمرأتی ولدت غلاماً اسود فقال هل لك من ابل قال نعم ، قال ما الوانها ، قال حمر ، قال هل فيها من اورق ، قال نعم، قال فأنىٰ كان ذلك ، قال اراه عرق نذعه ، قال فلعل ابنك هذا نزعه (صحيح البخاری ، كتاب الحدود ، باب ماجاء فی التعريض)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور a کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہا یا رسول اللہ! میری بیوی نے کالا بچہ جنا ہے (أعرابی کو شک تھا کہ شاید یہ میرا بیٹا نہیں) حضور a نے فرمایا کہ کیا آپ کے اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ہاں، آپ a نے فرمایا! کہ ان کے رنگ کیسے ہیں، اس نے کہا سرخ رنگ کے اونٹ ہیں، آپ a نے فرمایا! کیا ان میں خاکستری (Ashen) رنگ کا اونٹ ہے، أعرابی نے کہا ہاں، آپ a نے فرمایا! یہ رنگ کہاں سے آ گیا (یعنی سرخ رنگ کے اونٹوں میں خاکستری رنگ کا اونٹ کہاں سے آ گیا، اعرابی نے کہا شاید کسی خاندانی رگ کا اثر ہو، آپ a نے فرمایا کہ شاید تیرے بیٹے نے بھی کسی خاندانی رگ کا اثر لیا ہو جس کی وجہ سے تیرا بیٹا کالا ہے۔

اعرابی کو حضور a نے جو جواب دیا اس کا تعلق آباء واجداد کے جین کے ساتھ ہے آپ نے رگ کا ذکر کیا اس سے مراد یہی جین ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس بات کا امکان رہتا ہے کہ کسی نسل میں ان کے آباء واجداد کے قد، رنگ، بلڈ گروپ اور مختلف بیماریوں کا اثر ظاہر ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ گریگر مینڈل کو Father of genetic، موجد یا جینیات کا مصور اول کہنا غلط ہے۔ البتہ یہ بات کہنا صحیح ہے کہ مینڈل پہلا شخص ہے جس نے جینیات کے میدان میں سب سے پہلا عملی تجربہ کیا ہے۔ مینڈل نے جین کے لیے Element (عنصر) یا Factor (عامل) کا لفظ استعمال کیا ہے اور حضور a نے عرق (رگ) کا لفظ استعمال کیا ہے جین کا نام اس کو بعد میں جوہانسن Johannson نے 1909 میں دیا۔

دوسری حدیث:

عن عائشةؓ قالت ان رسول الله a دخل علی مسروراً تبرق اساریر وجهه فقال الم تریٰ ان مجززاً نظر انفا الیٰ زید بن حارثه و اسامه بن زید فقال ان هذه الاقدام بعضها من بعض (صحیح البخاری، کتاب الفرائض ، باب القائف)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور a میرے پاس خوش خوش آئے اور آپکے چہرے پر خوشی کے آثار چمک رہے تھے اور فرمایا کہ کیا تجھے پتہ نہیں کہ مجزز (قیافہ شناس) نے ابھی ابھی اسامہ بن زید اور انکے والد زید بن حارثہ کو ایک ساتھ لیٹے ہوئے دیکھا، دونوں کے سر ایک چادر میں ڈھکے ہوئے تھے اور انکے پاؤں کھلے تھے، جب مجزز نے انکے قدموں کو دیکھا تو کہا کہ یہ ایک دوسرے سے ہیں یعنی ملتے جلتے ہیں، جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ دونوں باپ بیٹے ہیں۔

کفار کو حضرت اسامہ کے نسب میں شک تھا کہ شاید اسامہ حضرت زیدؓ کا بیٹا نہیں، اسلئے کہ اسامہؓ کالے تھے اور حضرت زیدؓ گورے تھے چونکہ کفار قیافہ شناسی کے قائل تھے، جب مجزز کی بات سامنے آئی تو حضور a بہت خوش ہوئے اس لیے کے کفار کے منہ بند ہو گئے۔ مجزز کی قیافہ شناسی اور حضور a کی خوشی سے جینیات کا تصور معلوم ہوتا ہے۔

تیسری حدیث:

عن قتادةؓ أن أنس بن مالكؓ حدثهم ان ام سليم حدثت انها سألت نبی الله a عن المرأة تری فی منامها ما یر ی الرجل فقال رسول a اذا رأت ذالك المرأة فالتغتل فقالت ام سليم وستحييت من ذالك قالت وهل يكون هذا فقال نبی الله a نعم فمن أين يكون الشبه ان ماء الرجل غليظ ابيض وماء المرأة رقيق اصفر فمن ايهما علا او سبق يكون منه الشبه۔ (صحیح مسلم ، کتاب الحيض ، باب وجوب الغسل علیٰ المرأة بخروج المنی منها)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہیں کہ حضرت ام سلیم نے کہا کہ انہوں نے نبی کریم a سے سوال کیا کہ اگر کوئی عورت ایسا خواب دیکھے جیسے مرد خواب دیکھتا ہے رسول اللہ a نے فرمایا! جب عورت ایسا خواب دیکھے تو غسل کرے۔ حضرت ام سلیم کہتی ہے کہ مجھے شرم تو آئی تاہم میں نے پوچھا کیا واقعی ایسا ہوتا ہے نبی کریم a نے فرمایا! ہاں اگر ایسا نہ ہو تو بچوں کی مشابہت کیسے ہو۔ مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے۔ ان میں سے جس کا پانی غالب یا سابق ہو بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

اس حدیث کے جملے فمن أين يكون الشبه سے معلوم ہوا کہ اولاد میں مختلف اوصاف اور خصوصیات کا تعلق ماں باپ کے جین کے ساتھ ہوتا ہے۔

نبی کریم a کے تصور جینیات اور مینڈل کے عملی تجربات کے فوائد:

(۱) نسب کا تحفظ:

جینیات کے علم سے معلوم ہوا کہ شہادت یا اقرار کے بغیر کسی کے نسب پر تہمت وغیرہ لگانا صحیح نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جینیات کی مدد سے قرائن کے طور پر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کسی کے نسب میں طعن وغیرہ سے دفاع کیا جا سکتا ہے۔

(۲) عورت کو صرف لڑکیاں جنم دینے پر طعنوں سے دفاع:

جو لوگ کسی عورت کو صرف لڑکیاں جنم دینے پر طعنے دیتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ جینیات کے علم سے معلوم ہوا کہ عورتوں میں لڑکے پیدا کرنے کی صلاحیت ہے ہی نہیں یہ صلاحیت صرف مرد میں ہوتی ہے۔

(۳) لامارک کے نظریہ کی تردید: Lamarck (1744......1829)

فرانس میں پیرس کی یونیورسٹی میں Zoology (حیوانیات) کے پروفیسر تھے۔ ارتقاء کے بارے میں ان کا نظریہ تھا کہ ارتقاء منتخب خصوصیات اپنانے سے ہوتی ہے۔ بیالوجی میں ہے

A structural change in the body of an organism involving a deviation from normal induced in the life time of an individual due to certain change in the environment or in function i.e use or disuse of an organ

یعنی کسی جاندار کے بدن میں عام حالت سے ہٹ کر کوئی ساختیاتی تبدیلی جو کسی فرد میں اس کی زندگی میں آتی ہے۔ اس کی وجہ ماحول یا عمل میں کوئی خاص تبدیلی ہے۔ مثلاً کسی عضو کا استعمال اور عدم استعمال یعنی ایک عضو اگر کسی ماحول کی وجہ سے استعمال نہ ہو تو آئندہ نسل میں یہ عضو ختم ہو جائے گا۔ لامارک نے اپنے اس نظریہ پر مختلف دلائل دیئے۔

(۱) زرافہ Giraffe کے آباء واجداد کی گردنیں چھوٹی تھیں۔ جب زمین پر گھاس ختم ہوئی تو اپنی زندگیاں بچانے کے لیے اپنی گردنیں اوپر کی طرف لمبی کر کے اونچے اونچے درختوں کے پتے کھاتے تو اس عادت کو اپنانے کی وجہ سے اب ان کی موجودہ نسلوں کی گردنیں اور اگلی ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کیا روئے زمین پر اس وقت صرف زرافہ کی نسل موجود تھی؟ کوئی اور حیوان نہیں تھا؟ اگر تھا تو ان کی جسمانی ساخت زرافہ کی طرح کیوں نہ ہوئی؟

(۲) سانپ کے آباء واجداد کے ہاتھ پاؤں (Limbs) تھے لیکن رینگنے (Crawling) اور چھپنے (Concealing) کی عادت نے آئندہ کی نسلوں میں ہاتھ پاؤں کو ختم کر دیا۔

خلاصہ یہ کہ لامارک کے نزدیک نسلوں میں خصوصیات کی تبدیلیاں، ماحول اور مختلف اعمال کا نتیجہ ہیں جبکہ جینیات کے علم سے ثابت ہوا کہ نسلوں میں خصوصیات کی تبدیلیاں جین کی وجہ سے ہوتی ہیں جو

D.N.A میں ہے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں Therefore the basic idea of lamarkism is the inheritance of acquired characters which is wrong in terms of genetics. یعنی جینیات کی روشنی میں لامارک کا نظریہ ارتقاء غلط ہے۔

(۴) ڈارون Darwin کے نظریہ کی تردید:

ڈارون (1809...1882) مطالعہ قدرت کا ماہر (Naturalist) تھا ڈارون انگریز تھا۔ انگریز فوج کیساتھ پانچ سالہ فوجی مہم پر کشتی میں نکلا۔ راستے میں ان کے لیے جہاز کا مقام و راستہ متعین کرتے، بحرالکاہل Pacific Ocean میں انگلینڈ سے سفر شروع کیا پھر جنوبی امریکہ سے ہوتے ہوئے آسٹریلیا تک اور پھر جنوبی افریقہ تک سفر کیے۔ اس سفر کے دوران اس نے مختلف قسم کے جانور پودے دیکھے۔ اس نے دیکھا کہ ایک جگہ کے جانور یا درخت دوسری جگہ کے جانوروں اور درختوں سے مختلف ہیں یعنی ایک جانور یا درخت ایک جگہ ایک طرح کا ہوتا ہے اور دوسری جگہ اس میں کچھ تبدیلیاں ہوتی ہیں تو ڈارون ایک نظریہ پر مجبور ہوا۔ اس کا نظریہ پانچ اجزاء سے مرکب ہے۔

(۱) یادہ پیدائش Over production (۲) رہنے کے لیے کوشش Struggle for existence

(۳) اختلاف variation (۴) قدرتی انتخاب Natural selection

(۵) نئی نوع کی ابتداء Origin of new species

ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر جاندار میں یہ صلاحیت ہے کہ زیادہ مقدار میں بچے جنے لیکن پھر خوراک، غذا، جگہ وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے اوران چیزوں کو حاصل کرنے کیلئے مقابلہ کرنے کی وجہ محدود و مقدار میں رہ جاتے ہیں باقی ختم ہو جاتے ہیں۔ جانداروں میں بہت اختلاف ہوتا ہے۔ قد، رنگ، عادت وغیرہ کے اعتبار سے اگر یہ اختلاف مفید ہو یعنی قد لمبا ہو، عادت جھگڑنے کی ہو وغیرہ تو وہ باقی رہ جاتا ہے دوسرا ختم ہو جاتا ہے۔ تو ڈارون کے نزدیک قدرت وفطرت وہی جاندار باقی رکھتا ہے جو مفید تبدیلی رکھتا ہو، قد، رنگ، عادت، نفسیات وغیرہ کے اعتبار سے دوسرا ختم ہو جاتا ہے۔ اب قدرت نے جو نوع باقی رکھی تو اپنی مفید تبدیلی بچوں کی طرف منتقل کرتے ہیں پھر وہ نسل دوسری نسل کو جنم دیتی ہے جو اپنے آباء اجداد سے مختلف ہوتے ہیں تو یوں ارتقاء ہوتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ڈارون نے ارتقاء کی بنیاد فطری ماحول کو بنایا ہے۔ جبکہ جینیات genetics نے اس کو غلط ثابت کیا کہ یہ تبدیلی فطرت کی وجہ سے نہیں بلکہ D.N.A پر واقع جنین gene کی وجہ سے ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ مینڈل کو جینیات genetics کا بانی (Father) وموجد کہنا یا یہ کہنا کہ اس علم کا آغاز 1900 میں ہوا ہے درست نہیں بلکہ علم جینیات کے مصور اول نبی اکرم a ہیں۔

پروفیسر جمیل چودھری

دہشت گرد کون؟

مغربی دانشوروں سے چند سوالات

آج کل مغربی دانشور صرف مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔کرہ ارض پر آباد باقی قوموں اور خود اپنے بارے میں صورت حال کو خفیہ رکھا جا رہا ہے۔لیکن جب ایک جرمن مسلم سکالر سے دہشت گردی کے بارے پوچھا گیا۔تو حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوتی چلی گئی۔جرمن سکالر نے کچھ یوں سوالات کرنے شروع کیے۔

☆ پہلی جنگ عظیم کس نے شروع کی جس میں ایک کروڑ 33 لاکھ افراد لقمہ اجل بنے؟
مسلمانوں نے نہیں

☆ دوسری جنگ عظیم جس میں 5 کروڑ 64۔لاکھ لوگ زندگی کی بازی ہار بیٹھے کس نے شروع کی؟
مسلمانوں نے نہیں

☆ دوسری جنگ عظیم میں ہیروشیما اور ناگا ساکی پر ایٹم بم پھینکنے والے کون تھے؟
مسلمان نہیں

☆ کس نے 60 لاکھ یہودیوں کو ہولوکاسٹ کے دوران گیس چیمبرز میں بھون ڈالا؟
مسلمانوں نے نہیں

☆ کس نے 10 کروڑ ریڈ انڈینز کو شمالی امریکہ میں قتل کیا؟
مسلمانوں نے نہیں

☆ کس نے 20 لاکھ آسٹریلوی قدیم باشندوں کو مار ڈالا؟
مسلمانوں نے نہیں

☆ کس نے جنوبی امریکہ براعظم پر قبضے کے دوران 5 کروڑ انسانوں کو قتل کیا؟
مسلمانوں نے نہیں

☆ کس نے 18 کروڑ افریقیوں کو غلام بنانے کے لیے گرفتار کیا اور ان میں سے 12 کروڑ کو سمندر میں پھینک دیا؟

مسلمانوں نے نہیں۔

منگولوں نے ایک صدی تک یورپ اور ایشیا پر حملے کیے اور 4 کروڑ آبادی کو دنیا سے ختم کیا۔ یہ کام بھی مسلمانوں نے نہیں کیا۔ روس اور فرانس کی جنگ 12 سال اور 5 ماہ تک جاری رہی، لاکھوں لوگ لقمہ اجل بنے۔ مسلمان شریک نہ تھے۔ فرانس اور برطانیہ کی جنگیں دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ ان میں بھی لاکھوں لوگ مارے گئے۔ مسلم قوم ان جنگوں سے دور تھی۔

پھر 80 کی دہائی کے شروع میں روس نے مسلم ملک افغانستان پر حملہ کر کے 20 لاکھ افغانوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ حملہ روس نے کیا، مقامی افغان صرف اپنا دفاع کرتے رہے۔ 2001 میں امریکہ نے بھی افغانستان پر حملہ کیا۔ 4 لاکھ افغان اب تک مارے جا چکے ہیں۔ حملہ میں مدد دینے والے ملک پاکستان کے بھی 70 ہزار انسان لقمہ اجل بنے۔ حملہ کرنے والی سپر طاقت امریکہ تھی۔ امریکہ نے 2003 میں عراق پر بغیر کسی وجہ کے حملہ کیا اور 6 لاکھ 50 ہزار عراقی اب تک مارے جا چکے ہیں۔ حملہ کرنے والی سپر طاقت امریکہ تھی۔

افغانستان، عراق، شام اور لیبیا میں مغربیوں کی طرف سے قتل وغارت گری ابھی تک جاری ہے۔ قتل وغارت گری کے یہ تمام حوالے مغربی ہیں۔ انہیں مغرب مسترد نہیں کر سکتا۔ بہت سی جنگوں میں انسانوں کے مارے جانے کے اعداد و شمار اوسطاً لیے گئے ہیں۔ حقیقی تعداد درج کردہ سے بھی زیادہ تھی۔

جرمن مسلم سکالر کہتے ہیں کہ پہلے دہشت گردی کی واضح تعریف کی جائے۔ ان کے کہنے کے مطابق اگر کوئی غیر مسلم برائی کرتا ہے تو اسے صرف جرم سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی مسلمان سے برا کام ہو جائے تو اسے دہشتگردی شمار کیا جاتا ہے۔ پہلے یہ دوہرا معیار ختم ہونا ضروری ہے۔ دوہرے معیار کے خاتمے کے بعد آگے بات کی جا سکتی ہے۔ اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کے کمیشن صرف ظاہرداری اور دھوکہ کے لیے ہیں۔ مغرب کے اپنے اداروں کی جاری کردہ اوپر والے اعداد و شمار صرف مغربی قوموں کو دہشت گرد اور قاتل انسانیت ثابت کر رہے ہیں۔ انسانوں کو قتل کرنے کا کام چاہے نان سٹیٹ ایکٹر کریں یا ریاستوں کی طرف سے کیے جائیں۔ دہشت گردی ہی کہلاتے ہیں۔ مغربی عیسائی ریاستیں اس کام میں دنیا کی باقی اقوام سے بہت اونچے درجے پر نظر آتی ہیں۔

مولانا ابوالمعزؒ حقانی
مدرس جامعہ حقانیہ

خاندان حقانی کو صدمہ

پھوپھا جان حافظ انجینئر ہدایت الرحمٰن کی رحلت

(داماد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ)

افسوس صد افسوس ایک طرف موسم خزاں کے اختتامی ایام ہیں اور دوسری طرف ہمارے خاندان کے ایک بزرگ انسان نے اجل موعود پر اس دنیا سے منہ موڑ کر پورے خانوادہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کو خزاں کی کیفیات میں ڈال دیا۔محترم پھوپھا جان (جنہیں خاندان کے چھوٹے بابو کے نام سے پکارتے تھے) انجینئر ہدایت الرحمٰن کی جدائی نے یقیناً پورے خاندان کو ہلا کر رکھ دیا"انا لله وانا اليه راجعون" ۲۳ جنوری بروز منگل سحری کے وقت ۴ بجے عم مکرم مولانا سمیع الحق مدظلہ کے فرزند اور مرحوم کے داماد برادرم اسامہ سمیع نے ان کی رحلت کی خبر دی تو تھوڑی دیر تک تو بالکل یقین نہیں آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد تایا جان کو اطلاع دی تو ان کو بھی سخت دھچکا لگا، تاہم رضا بالقضاء کے علاوہ ایک مسلمان کر بھی کیا سکتا ہے۔

پھوپھی جان کا حوصلہ اور استقامت

اسی اثناء میں احقر نے ہسپتال فون ملا کر پھوپھی سے بات کی تو موصوفہ کی صبر واستقامت اور دینی صلابت نے ہمارے ٹوٹے ہوئے حوصلوں کو بند باندھ دیا، وہ مجھ سے کہہ رہی کہ مجھے اپنے اللہ کا فیصلہ منظور ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں اللہ مجھ سے راضی ہو جائے، میرا رب میرے صبر کے بدلے میں میرے میاں کی بخشش فرما۔ ۷۰ ہزار فرشتوں کے ذریعہ اس کے روح کا استقبال فرماوے۔ میں نے ''آمین'' کہتے ہوئے کہا، یقیناً ایسا ہی ہوگا۔

قارئین کرام! یہ حوصلہ یہ استقامت شکستہ دل وکلیجہ کے باوجود میری پھوپھی کو جو نصیب ہوا، اس کی واحد وجہ اپنے عظیم والد کی تربیت اور آخری دور میں اس کی خدمت گزاری کا ثمرہ تھا۔ اسے مواقع پر تو بڑے بڑے لوگوں کے منہ ادھر ادھر کی باتیں نکل جاتی ہیں۔ پھوپھی محترمہ گزشتہ دو برس سے دارالعلوم کے ذیلی شعبہ مدرسہ ہاجرہ للبنات کی منتظمہ کی حیثیت سے بڑی مثالی خدمات بھی نبھا رہی ہیں۔

حفظ قرآن اور تلاوت کا شغف: ہمارے پھوپھا محترم جید حافظ قرآن تھے اور اس بڑھاپے میں اس کا قرآن پاک کیساتھ حد درجہ شغف تھا اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے میں نے کم ہی دیکھا کہ وہ قرآن کی

تلاوت کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول ہو۔ دست بکار دل بیار والی بات تھی۔ پوری زندگی ملازمت کے دوران اپنے دامن کو رشوت اور حرام و ناجائز مفادات سے پاک رکھتے رہے۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

۷۰ کی دھائی میں جد مکرم شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی ایک ہمشیرہ جو غیر شادی شدہ تھی، محترمہ سدرۃ المنتہیٰ نے پھوپھا جان کو قرآن پاک یاد کرنے کی رغبت دلائی اور پھر انہی کی انتھک کوششوں سے قرآن پاک حفظ کیا۔ وہ خود بیٹھ کر ان سے قرآن پاک کے پارے سنتی تھیں۔

حفظ کی تکمیل کے بعد شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی حیات میں گاؤں میں ان کی مسجد میں عم محترم مولانا انوار الحق مدظلہ جب تراویح میں قرآن پاک سناتے تو اکثر ہدایت الرحمٰن صاحب تراویح میں ان کے سامع ہونے کی ڈیوٹی انجام دیتے۔

عصری تعلیم اور ملازمت کے مراحل: طالب علی کے دور میں اپنے والد جناب خلیل الرحمٰن مرحوم جو کہ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے چچازاد بھائی تھے، کی سبزی منڈی میں بولی (منڈیوں میں نرخ مقرر کرنے جو معروف طریقہ ہے) کا شغل بھی کافی عرصے تک رہا۔۸۰ کی دھائی میں پشاور یونیورسٹی سے الیکٹریکل انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی فراغت کے بعد آرمی سے وابستہ ہوگئے، کچھ عرصہ ملازمت کے بعد بادل ناخواستہ، اپنی والدہ کی کہنے پر دور دراز کی تقرریوں اور خطروں کے خوف سے بطور کیپٹن ریٹائرمنٹ پائی۔ بعد ازاں پنجاب میں ایڈہاک بنیادوں پر تقرری ہوئی، وہاں سے فارغ ہوئے تو کچھ عرصہ فوجی فاؤنڈیشن میں ملازمت اختیار کئے رکھی۔گزشتہ سولہ سترہ برس سے اکوڑہ خٹک کے ایک پرائیویٹ ٹیکنیکل کالج میں چند ہزار کی معمولی تنخواہ پر گزراوقات چل رہے تھے،لڑکپن اور جوانی میں کرکٹ کے اچھے کھلاڑی بھی تھے

مکارم اخلاق: عطریات اور خوشبوؤں سے خاص لگاؤ تھا، جب بھی احقر حرم یا بیرونی سفر سے آتا تو عطر کا مطالبہ از خود فرماتے۔ خاندان کے چھوٹے بچوں تک کے ساتھ محبت بھری گفتگو اس انداز سے کرتے گویا وہ ان کے ہم عمر ہو۔ ان کا متبسم چہرہ، نرم لب ولہجہ یہ سب مکارم اخلاق کا نمونہ تھے۔ گھر میں مہران گاڑی موجود تھی لیکن وہ اکثر وبیشتر اپنے متواضعانہ مزاج کے طفیل ایک پرانے ماڈل کی سائیکل پر سوار ہو کر سودا سلف لانے اور دیگر امور وغیرہ نمٹاتے۔

مرض وفات اور زیارت حرمین شریفین: انکی علالت ڈھائی ماہ پر محیط تھی۔۴ نومبر ۲۰۱۷ء کو کالے یرقان کی تشخیص ایسے وقت میں ہوئی جب وہ ۷ تاریخ پا بہ رکاب ہو کر اپنی اہلیہ وجملہ بچوں کیساتھ زیارت حرمین کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔ ایک روز قبل لبلبہ کی شریان کی بندش کا بھی پتہ چلا۔ڈاکٹر انہیں فوری علاج کا

کہہ رہے تھے، تاہم انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر عمرہ کا سفر اختیار کیا۔ غالباً مجھے واپسی پر یہ خواب سنایا کہ میں نے دیکھا کہ کعبہ کے دروازے پر نور کا احاطہ ہے اور کوئی مجھے کہہ رہا ہے کہ تم بھی داخل ہو جاؤ۔ میں نے اس وقت ان کو کہا کہ یہی حرم جانا "نور" میں داخلہ تھا، لیکن آج معلوم ہو رہا ہے وہ نور وصالِ حبیب کا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا تھا۔ عمرہ سے واپسی پر قائداعظم انٹرنیشنل ہسپتال میں مولانا سمیع الحق صاحب کی توسط سے ان کی شریاں کھولنے کے لئے ڈاکٹر محمد صالح نے اینڈسکوپی کروائی اور پھر کچھ دنوں بعد سرطان کی تشخیص پر لبلبہ کا آپریشن طے ہوا۔ شفاء ہسپتال میں ڈاکٹر مصدق نے ان کا آپریشن کیا، آپریشن کے چار دنوں بعد خلاف عادت ان کی کافی ریکوری ہو چکی تھی۔ آپریشن کے بعد ICU میں میری ملاقات ہوئی تو وہاں ذکر واذکار اور قرآن کا شغل رہا۔ میری پھوپھی سے آپریشن کیلئے جاتے ہوئے کہا کہ ۲۶ پارے پڑھ لئے ہیں۔ ایک ہفتہ بعد حالت بگڑ گئی، ڈاکٹروں کے بقول پیٹ میں پانی ہو گیا۔ پس یہی رحلت کا سبب بن گیا۔

آخری اعمال حسنہ: وفات کی رات اہلیہ کو مخاطب کر کے کہا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے انہوں نے سرہانے سے کہا کہ فرض بھی ادا نہیں کئے تو فوراً ہاتھ باندھ کر نماز شروع کر دی۔ ہسپتال میں ضعف ونقاہت کی حالت میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا میں کہتے کہ یا اللہ کب میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز قیام کی حالت میں پڑھ سکوں گا...... ہسپتال سے اپنے فرزند حافظ فواد کے لئے پیغام اور ہدایات بھیجتے کہ اپنے گھر کے قریب واقع مسجد شاولی اللہ میں صبح کی امامت کے لئے لازماً جانا۔ مرحوم دو برس سے اسی مسجد میں امامت کے فرائض فی سبیل اللہ نبھاتے تھے۔

جنازہ اور تدفین: مرحوم کا جنازہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی امامت میں دارالعلوم حقانیہ کے قریب عیدگاہ میں ادا کیا گیا، جس میں علماء کرام طلباء عظام اور علاقہ بھر کی کثیر تعداد میں عوام نے شرکت کی، جنازے سے قبل شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ مولانا محمد ادریس دام ظلہ نے میری خواہش پر اپنے خطاب میں تعزیتی کلمات اور مرحوم کے فضائل پر روشنی ڈالی۔ پھر مولانا نثار آف مصری بانڈہ نے بھی ان کی قرآن سے محبت پر بیان کیا۔ تدفین قبرستان حقانی میں برادرم محمد عمیر الحق سنی شہید کی آخری آرام گاہ سے پیوست کیساتھ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے جوار میں ہوئی۔ اس موقع پر مولانا حافظ شوکت علی حقانی استاد حقانیہ اور شیخ الحدیث والتفسیر مولانا غلام محمد صادق صاحب آف مہمند ایجنسی نے مرحوم کے کمالات اور ابدی زندگی کے موضوع پر بیانات سے حاضرین کو نوازا۔ اللهم اغفره وراحمه واهل الجنة مثواه

تادم تحریر مرحوم کی تعزیت کا سلسلہ جاری ہے، ان سب حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے مرحوم کے جنازہ و تدفین میں شرکت کی یا براہ راست و بالواسطہ ہمارے ساتھ اس غم میں شریک رہے۔

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب و روز

حضرت مولانا مہتمم صاحب مدظلہ کی مصروفیات

☆ ۱۴ ردسمبر کو دفاع پاکستان کونسل کے زیر اہتمام اسلام آباد میں بیت المقدس کے بارہ میں آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی ☆ ۳ر۔جنوری حضرت مہتمم صاحب نے جامعہ تحفیظ القرآن پار ہوتی مردان میں جمعیت علماء اسلام کے صوبائی مجلس شوریٰ کی صدارت فرمائی ☆ ۷۔جنوری کو دفاع پاکستان کونسل کے زیر اہتمام ''تحفظ ختم نبوت،تحفظ بیت المقدس اور تحفظ قبائل کانفرنس'' پشاور میں حضرت مہتمم صاحب کی قیادت میں ہوئی ☆ ۱۰رجنوری کو حضرت مولانا سلیمان ندوی صاحب مقیم ڈربن ساوتھ افریقہ کی دارالعلوم آمد اور ایوان شریعت ہال میں طلبا سے مفصل خطاب بھی فرمایا۔اس سے قبل بھی آپ جامعہ تشریف لا چکے ہیں ☆ ۱۱رجنوری کو لاہور میں دفاع پاکستان کونسل کے زیر اہتمام کانفرنس منعقد ہوئی۔☆ ۱۲رجنوری کو فیصل آباد میں ایک جلسہ کی صدارت اور آخر میں خطاب فرمایا۔

☆ ۱۶رجنوری کو نامور عالم و دانشور مولانا عدنان کا کا خیل ،بے نظیر بھٹو یونیورسٹی دیر کے وائس چانسلر ڈاکٹر خان بہادر صاحب کے ہمراہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کیلئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ،اسکے علاوہ مالاکنڈ یونیورسٹی کے ڈین جناب ڈاکٹر رحمت علی صاحب،مردان یونیورسٹی کے پروفیسر مولانا نعیم حقانی کے ہمراہ بھی تشریف لائے۔

خیبر نیوز چینل کی ٹیم کی دارالعلوم آمد: ۱۷جنوری کو خیبر نیوز چینل کی ٹیم نے دارالعلوم کا دورہ کیا اور حضرت مہتمم صاحب سے ملکی اور بین الاقوامی حالات پر ان سے انٹرویو کیا ،یہ انٹرویو ''ویو پوائنٹ'' کے نام سے خیبر نیوز چینل نے ۱۸جنوری کو رات دس بجے ٹیلی کاسٹ کیا

دارالعلوم کے ششماہی امتحانات اور تعطیلات : دارالعلوم کے ششماہی امتحانات ۱۳رجنوری سے شروع ہوکر ۷ار جنوری تک رہے، نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کے زیر نگرانی تمام امتحانات بااحسن طریقے سے اختتام پذیر ہوئے،امتحانات کے بعد دارالعلوم میں دس روز کی تعطیلات ہوئیں اور ۱۸رجنوری سے دوبارہ اسباق کا آغاز ہوا۔

مولانا محمد اسلام حقانی
رکن موتمر المصنفین

تعارف وتبصرہ کتب

● اشاعت خاص محبوب المشائخ نمبر بیاد شیخ یحییٰ مدنیؒ (ماہنامہ سلوک واحسان کراچی)

مرتب: مولانا محمد یوسف مدنی ضخامت: ۵۶۴ صفحات ناشر: جامعہ معہد الخلیل الاسلامی بہادرآباد کراچی

مولانا یحییٰ مدنی نوراللہ مرقدہ علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں، شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ سے تعلق قلبی اورنسبت روحانی رکھتے تھے، احسان وسلوک، تدریس وتبلیغ سے وابستگی ان کی خصوصیات میں شامل ہیں۔زیر نظر مجموعہ خصوصی نمبر ''محبوب المشائخ'' بیاد مولانا یحییٰ مدنیؒ، ان کے احوال، خود نوشت، نقوش و تاثرات، ملفوظات وارشادات معمولات اورسلاسل تصوف کے حالات پر مشتمل ہیں۔جسمیں اکابر علماء کے تحریرات شامل کر کے مولانا یحییٰ مدنی کوخراج عقیدت پیش کیا گیاہے۔یہ مجموعہ ماہنامہ ''سلوک واحسان'' کراچی کا اشاعت خاص ہے، جس کا سہرا مولانا محمد یوسف مدنی کے سر سجتا ہے۔ یقیناً مولانا یحییٰ مدنیؒ کے سوانح و حالات ،علمی خدمات پر یہ گلدستہ ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ تمام لکھنے والوں کواجر عطا فرمائے اورمولانا یحییٰ مدنی کے رفع درجات کا ذریعہ اوروسیلہ بنادے اورناشرین کومزید علمی خدمات کی توفیق سے نوازے۔

● اشاعت خاص: نوائے امت لاہور...... بیاد: حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جانؒ

مرتب: مولانا محمد زاہد اقبال ضخامت: ۳۳۶ صفحات ناشر: تحریک نفاذ اسلام پاکستان 03014441805

سب کومعلوم ہے کہ دنیا فانی ہے، آخرختم ہی ہو جانا ہے۔ بلاشبہ دنیا میں بڑے بڑے امراء اس دارفانی میں مقررہ اوقات گزار کر رخصت ہو گئے مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس دار فانی میں تشریف لائے ہے۔جن کا وجوداہل زمین کیلئے باعث راحت و رحمت ہوتا ہے، انکی ساری زندگی بندگی خدا سے منسلک ہوتی ہے اور جنکے اخلاق و کردار امت مسلمہ کیلئے مشعل راہ ہوتا ہے۔ایسے ہی گروہ، و جماعت کا ایک عظیم ستارہ، استاد الحدیث و بانی جامعۃ الحمید مفتی حمید اللہ جان مرحوم بھی تھے جو کئی ماہ کی طویل علالت کے بعد ۱۰، اکتوبر بروز اتوار ۲۰۱۶ء کوایسے آبائی علاقے لکی مروت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔فقیہ العصر نوراللہ مرقدہ کی وفات کے بعد حضرتؒ والا پر مجلّہ ''نوائے امت'' لاہور کے ارباب ادارت نے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا، جسمیں مشہوراہم علم و دانش نے حضرت والا کی زندگی پرتحریرات پیش کی ہے اوربعض علماء نے بیانات کی جو بعد میں مرتب ہوئی تو ان تحریرات وتقریرات سے ایک مجموعہ تیار ہوا جو حضرتؒ پر مکمل ایک سوانحی عمری کی حیثیت رکھتا ہے۔حضرت کی حالات، زندگی اورعلمی خدمات کا ایک بہترین اعتراف اوراہل علم کیلئے ایک انمول تحفہ ہے۔